قارئین کو اسلامی سالِ نو مبارک

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

3

مارچ 2003ء

محرم الحرام ۱۴۲۴ھ

ابن امیر شریعت
سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
کی یادگار تحریریں

- نئے اسلامی سال کا پیغام...... اُمتِ مسلمہ کے نام
- شہیدِ غیرت سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما

- کیا پاکستان پر قادیانیوں کی حکمرانی ہے؟
- احرار اور مسلم لیگ کا فکری ٹکراؤ

- امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
- اُلٹی ہوگئیں سب تدبیریں
- گوانتانامو بے کے اسیرو...... عید پھر گزر گئی ہے!

اخبار الاحرار

قریشی

جوہر جوشاندہ

قدرتی جڑی بوٹیوں سے بنا قریشی کا جوہر جوشاندہ فلو، نزلہ اور زکام کی کیفیت میں فوری آرام پہنچاتا ہے ۔

ایلوپیتھک دواؤں کے مضر اثرات سے پاک، محفوظ و مؤثر جوہر جوشاندہ خاندان کے ہر فرد کے لیئے یکساں مفید ہے ۔

ایک کپ گرم پانی یا چائے میں ایک پیکٹ ملا کر استعمال کیجئے ۔

فلو، نزلہ یا زکام پہنچائے فوری آرام

ڈسٹری بیوٹر **معاویہ ٹریڈرز** جامع مسجد روڈ چیچہ وطنی ۔ فون: 0445- 610953

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان
Regd:M.No.32
جلد ۱۴ شمارہ ۳ مارچ ۲۰۰۳ء محرم الحرام ۱۴۲۴ھ

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت خطیب بنی ہاشم محسن احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

دل کی بات	اداریہ	مدیر	۳
دین و دانش	نئے اسلامی سال کا پیغام...... امت مسلمہ کے نام	سید عطاء المحسن بخاریؒ	۵
// //	سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما	سید عطاء المحسن بخاریؒ	۱۱
// //	امیر المؤمنین خلیفہ راشد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ	مولانا محمد مغیرہ	۱۴
افکار	اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں	سید یونس الحسنی	۱۸
// //	گوانتانامو بے کے اسیرو..... عید پھر گزر گئی ہے	محمد عمر فاروق	۲۰
// //	یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا؟	محمد عمر فاروق	۲۲
نقطۂ نظر	ہوس کے قیدی، لاشوں کے سوداگر	محمد عابد مسعود ڈوگر	۲۴
شاعری	شہید تیغ ابن سباء (سید ابوذر بخاریؒ) سلام بیادِ شہداء ختم نبوت (شورش کاشمیریؒ)		۲۸
// //	سلام شہدائے ختم نبوت (سید عطاء المحسن بخاریؒ) مجھے پہلے سے خبر تھی (آزاد ملتانی)		
// //	زمیں ہم سے یہ کہتی ہے (شفقت رسول مرزا) سانوں کچھ نئیں ملدی (شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)		
تاریخ احرار	احرار اور مسلم لیگ کا فکری ٹکراؤ	پروفیسر خالد شبیر احمد	۳۴
طنز و مزاح	حلف نامہ...... اراکین ایوان سے معذرت کے ساتھ	مولانا مجاہد الحسینی	۴۰
ردِ قادیانیت	کیا پاکستان میں قادیانیوں کی حکمرانی ہے؟	محمد احمد حافظ	۴۵
// //	اکابرِ اسلام اور قادیانیت (قسط ۱۳)	پروفیسر خالد شبیر احمد	۴۹
انتخاب	امریکی منسٹر پادری "جورائٹ" کی سینٹ سے خطاب کرتے ہوئے دعا	ترجمہ ڈاکٹر شبیر احمد	۵۳
تحقیق	۷۸۶ اور ۶۶ کی حقیقت	مہر منیر حسین ہرل	۵۶
یادِ رفتگاں	میری شاکرہ ماں	غلام محمد خان نیازی	۵۸
اخبار الاحرار	رہنمایانِ احرار کی تبلیغی و تنظیمی سرگرمیاں	ادارہ	۶۱

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

چودھری ثناء اللہ بھٹہ
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ
سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ
محمد عمر فاروق

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک 150 روپے
بیرون ملک 1000 روپے پاکستانی
فی شمارہ: 15 روپے

ناشر

سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

مقامِ اشاعت

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

فون: 061-511961

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

نورِ ہدایت

القرآن

''اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ اُن کا کچھ بگاڑ ہی سکتی ہیں اور نہ کچھ بھلا ہی کرسکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ کہہ دو کیا تم اللہ کو ایسی چیز بتاتے ہو جس کا وجود اُسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور اس کی شان ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔''

(سورۃ یونس آیت ۱۸)

الحدیث

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لوگوں کے لیے ایک وقت ایسا آئے گا کہ صبر و استقامت کے ساتھ دین پر قائم رہنے والا بندہ اُس وقت اُس آدمی کی مانند ہوگا جو ہاتھ میں جلتا ہوا انگارہ تھام لے۔''

(جامع ترمذی)

الآثار

''دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ماں کی محبت کے راستے میں حائل ہو سکے۔ انسان کی تمام کامل صفات وحسنات سب ماں کے دودھ کی چھاؤں میں پرورش پاتے ہیں۔ پھول آفتاب کے بغیر پیدا نہیں ہوتا۔ نیک بختی محبت کے بغیر نصیب ہوتی......اور کوئی بھی ماں کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا...... مائیں ہمارے لیے بڑے بڑے آدمی پیدا کرتی ہیں اور آدمیوں کو بلند مرتبہ پر پہنچاتی ہیں۔''

(ابوالکلام آزادؒ)

مہاتیر محمد کی صدائے حق

عراق کا بحران، روز بروز سنگین صورت اختیار کرتا چلا جارہا ہے۔ امریکہ نے تمام تر اخلاقی و سیاسی اقدار کو روند کر عراق پر حملے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اُسے اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کی بھی کوئی پروا نہیں۔ وہ حملے کے جواز میں سلامتی کونسل میں نئی قرارداد لے آیا ہے۔ جرمنی، فرانس، روس اور چین کی مخالفت اور یورپ کے تین سو سے زائد شہروں میں بیس اور تیس لاکھ کے عوامی احتجاجی مظاہروں کے باوجود امریکی صدر بش نے سلامتی کونسل کو اپنی نئی قرارداد منظور کرنے کی دھمکی دی ہے اور منظور نہ کرنے پر عراق پر حملے کا اعلان کیا ہے۔

ایک طرف یورپ کے لاکھوں عوام، امریکی جارحیت اور جنگ کے خلاف سراپا احتجاج بن کر سڑکوں پر ہیں تو دوسری طرف مسلم ممالک میں سکوت، جمود اور سناٹا ہے۔ ایسے مایوس کن حالات میں ملائشیا کے وزیر اعظم اور ''غیر جانبدار تحریک'' کے چیئرمین ڈاکٹر مہاتیر محمد کی توانا آواز صدائے حق ہے۔ کوالالمپور میں غیر جانبدار تحریک سے وابستہ ۱۱۷ ممالک کی ''نام'' کانفرنس' کا اعلامیہ خزاں میں بہار کا جاں فزا جھونکا ہے۔ ''نام'' کانفرنس نے عراق یا کسی بھی ملک پر طاقت کے استعمال کو ناجائز قرار دیا ہے۔ خاص طور پر عراق پر متوقع امریکی حملے کی کھلی مخالفت کی ہے۔ مہاتیر محمد کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ ''نام'' کانفرنس میں شریک ہونے والے مسلم سربراہانِ مملکت کا الگ اجلاس منعقد کیا اور مغرب کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والے جارحانہ اقدامات پر متفقہ مؤقف اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ وہ بجا طور پر مسلمانانِ عالم کی طرف سے مبارک کے مستحق ہیں۔ انہوں نے سچ کہا:

> ''سپر پاور سے مجھ سمیت سب خوفزدہ ہیں مگر ضمیر بھی کوئی چیز ہے۔ تیسری دنیا کے حقوق کی آواز اٹھانا ضروری ہے۔ جنگ کی مخالفت کے متعلق غیر جانبدار تحریک کے فیصلے کو دنیا کے باضمیر لوگ لازماً وزن دیں گے۔''

مہاتیر محمد نے مسلم ممالک کے سربراہی اجلاس میں پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف کو صدارت کی کرسی پر بٹھا دیا۔ شاید وہ جنابِ صدر کو افغان جنگ میں فرنٹ لائن سٹیٹ کا کردار ادا کرنے کے فیصلے کا ازالہ کرنے کی ترغیب دینا چاہتے تھے۔ اور جس ضمیر کی انہوں نے بات کی ہے' اُسے زندہ کرنا چاہتے تھے۔ جنابِ صدر نے ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگایا تھا اور اب عراق کے بعد انہیں ''سب سے پہلے پاکستان کی باری'' کا خوف دامن گیر ہے۔

اسرائیل کے وزیراعظم ایریل شیرون نے اسرائیلی ریڈیو پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ:

''عراق کو غیر مسلح کرنے کے بعد پاکستان، ایران اور شام کی باری ہے۔ ان ممالک کے خطرناک ہتھیار دنیا کو تباہ کر سکتے ہیں۔ انسانیت کو تباہی سے بچانے کے لیے اسلامی ممالک کو خطرناک ہتھیاروں سے غیر مسلح کرنا ضروری ہے۔ فلسطینیوں کی تحریک مزاحمت جلد کچل دوں گا امریکہ ہمارے ساتھ ہے۔ کسی کی پروا نہیں۔'' (روزنامہ ''اوصاف'' ملتان ۲۵ر فروری ۲۰۰۳ء)

اب بھی اگر کسی شخص کو پاکستان کی باری پر شک ہے تو یقیناً اس کا ذہنی توازن درست نہیں اور ایسے معذور شخص کو ملک وقوم کی قیادت کا بھی کوئی حق نہیں۔ فلسطینیوں کا قتل عام کرنے والے خونخوار شیرون نے جس بے شرمی کے ساتھ انسانیت کی بات کی' اُسی جذبۂ سفلی کے تحت پاکستان کی باری کا بھی اعلان کیا ہے۔

جنابِ صدر! پاکستان کی بقا اور سلامتی کے لیے یقیناً آپ کو ایک ''یوٹرن'' اور لینا پڑے گا۔ کوالالمپور میں یہ نوشتہ دیوار آپ نے یقیناً پڑھا ہوگا کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں نے کس طرح ملائیشیا سے یک لخت اپنا سرمایہ نکال کر اس کی معیشت کو ڈبو دیا۔ تب مہاتیر محمد کی آنکھیں کھلیں اور اُن پر مغرب کی مسلم دشمنی اور منافقت آشکارا ہوئی۔ مغرب' پاکستان کو بھی ایسی ہی صورت حال سے دوچار کرنا چاہتا ہے۔ انہیں عراق کے مسلمانوں سے کوئی ہمدردی ہے نہ پاکستان کے مسلمانوں سے۔ انہیں صرف اپنے مفادات عزیز ہیں۔ معاشی، مذہبی اور سیاسی مفادات۔ وہ تنہا امریکہ کو عراقی تیل پر قبضہ کی اجازت نہیں دینا چاہتے، اپنا حصہ بھی وصول کرنا چاہتے ہیں اور پوپ کے بیان کے مطابق وہ عراق کے خلاف جنگ کے اس لیے بھی مخالف ہیں کہ اس سے مسلم ممالک میں عیسائی مشنریوں کا کام متاثر ہوگا۔

ہمیں اپنی معاشی، سیاسی اور مذہبی پالیسی پر نظر ثانی اور نئے فیصلے کرنے ہوں گے۔ ''سب سے پہلے پاکستان'' کے نعرہ کو ''سب سے پہلے اسلام'' کے نعرہ میں تبدیل کرنا ہوگا۔ پاکستان کی نظریاتی اساس اور شناخت کا تحفظ کیے بغیر عظمتِ رفتہ کی بحالی ممکن نہیں۔

اللہ کرے' مہاتیر محمد کی صدائے حق مسلم ممالک کی بیداری کا ذریعہ بن جائے۔ او آئی سی متحرک ہو اور مسلم ممالک متفقہ آواز بلند کر کے امریکی جارحیت کا راستہ روکیں۔ ورنہ...... آج وہ کل ہماری باری والا معاملہ ہوگا۔

سچائیوں کی ، امن کی ، تعمیر کی آواز
ہر لفظ ہے ٹوٹی ہوئی زنجیر کی آواز
امریکی سماعت پہ گرے بجلیاں بن کر
انصاف کی آواز ، مہاتیر کی آواز
(مظفر وارثی)

محسن احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نئے اسلامی سال کا پیغام...... امت مسلمہ کے نام

قرآن میں ارشاد ہے: اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ ط ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْھِنَّ اَنْفُسَکُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً کَمَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ کَافَّۃً، وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (پارہ: ۱۰، سورت: توبہ، ۳۶)

''اللہ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہیں۔ اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان وزمین ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں، یہی سیدھا دین ہے۔ سو اِن میں اپنے اوپر ظلم مت کرو اور سب مشرکوں سے ہر حال میں لڑو جیسے وہ تم سب سے ہر حال میں لڑتے ہیں اور جان لو اللہ متقیوں کے ساتھ ہے''۔

اسلام میں دنوں، مہینوں اور سالوں کی حیثیت وہ نہیں جو دیگر اقوام میں تھی یا اب بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے صرف دو عیدوں کو شرعی حیثیت بخشی اور بس! مگر مسلمانوں نے کافرانہ تہذیبوں کے اختلاط اور ان کے سماجی رسم و رواج سے متاثر ہو کر یا مقابلہ و تقابل میں مبتلا ہو کر اسلامی تہواروں کی وہ کثرت پیدا کی کہ دوسری قوموں سے ہیچ ہو کر رہ گئے۔ اسی طرح کچھ لوگوں نے مسلمانوں کے سالِ نو کے آغاز کو ہندومت سے متاثر ہو کر رونے، پیٹنے اور سر میں خاک ڈالنے کی رسمِ بد کے لئے مخصوص کر دیا۔ حالانکہ آغاز خیر و برکت اور مبارک و سعادت سے ہونا چاہیے۔

نئے اسلامی سال کا پیغام یہ ہے کہ اسلام کو ماننے والے اس کی حاکیت کو بغیر کسی حیل و حجت کے تسلیم کر لیں۔ مصلحت وقت، پالیسی اور عقلیت کے پیچھے نہ بھاگیں۔ اسلام اور عقل دونوں اللہ کی نعمتیں ہیں۔ عقل کی نعمت اس لئے بخشی کہ تمدن پیدا کیا جائے، معاشرہ میں سلامتی کی راہ ہموار کی جائے اور یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ اس دنیا میں اسلام کے بغیر سلامتی کا تصور ہی ادھورا ہے۔ سلامتی، اسلام کو تسلیم کرنا ہے۔ اسی سے سلامت روی جنم لیتی ہے۔ انسانیت کا اونچا مقام و مرتبہ یہی ہے کہ عقل سلیم اور فہم مستقیم سے اس دارالعمل کو کارگاہِ خیر بنا دیا جائے۔

تمدن اور سلامتی معاشرہ میں خیر غالب سے عبارت ہے اور جو عقل خیر کو غالب نہیں کر پاتی، عقل نہیں جہل ہے۔ قرآن کریم میں اسی عقل سلیم کو غور و فکر کی بار بار دعوت دی گئی ہے اور ان مفکرین کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، اسی کی بنیاد پر پوری کائناتِ انسانی اور اہل ایمان کو دوہری دعوت دی گئی ہے۔ ایک جگہ اہل ایمان کو خصوصی خطاب کیا گیا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ

"اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی اتباع مت کرو"

(البقرہ، پارہ :۲، آیت :۲۰۸)

ایمان والوں کو دوبارہ دامن اسلام میں مکمل آ جانے کی دعوت حکم کی صورت میں دی جارہی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ عقل و بصیرت والے غور کریں، تفکر کریں تو جواب مل جائے گا کہ ایسا اسلام جو تن آسانیاں بخشے، راحتیں وافر عطا کرے، جس میں کلفتیں آسائشوں میں تبدیل ہو جائیں وہ اسلام تو قبول کر لیا جائے لیکن ایسا اسلام جو نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مطابق سراپا جہد زندگی گزارنے کا مطالبہ کرتا ہو، جس میں وقت، مال و جان اور عزت و آبرو بھی قربان کرنا پڑے، مشکلوں، مصیبتوں اور آفتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرنا پڑے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح موت کو سرابِ زندگی سے زیادہ لذیذ ماننا پڑے۔ وہ اسلام نہ قبول کیا جائے۔ تو یاد رکھیئے! یہ اسلام من پسند تو کہلائے گا، خدا پسند نہیں۔ اور ایسے مسلمان اسلام کی اپوزیشن سمجھے جائیں گے۔ اس لئے کہ اسلام کی عملی تصویر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیش کر کے بتا دیا کہ اسلام میں پورا داخل ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اگر ہمارے سامنے لاکھوں صحابہ کی زندگی نہ ہوتی تو اتباع کا مسئلہ یقیناً سوال بن جاتا۔ لیکن اب تو موجودہ مسلمان اور ان کا اسلام جو سلامتی سے محروم ہے، سلامت روی سے مہجور ہے، تمدن اور خیر غالب سے دور ہے، خود سوال بن کے رہ گیا ہے۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ موجودہ مسلمان خوردہ فروش سے لے کر حکمران تک سیاست، مصلحت وقت، وقت کی نزاکت، حالات کا تقاضا، پالیسی، حکمتِ عملی، لبرل ازم، روشن خیالی اور سائنٹیفک اپروچ ایسے خوبصورت الفاظ کی بدصورت تفسیر کا صید زبوں ہے۔ اور یہ بربادی "خطوات الشّیطٰین" کی اتباع کی بدولت ہے۔

اللہ نے اسلام نازل کیا تو اس کے نفاذ اور اس کی حاکمیت کے قیام کیلئے اسوۂ رسول اکرم ﷺ اور اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بخشا۔ یعنی قانون اور طریقۂ نفاذ دونوں عطا فرمائے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ شریعت تو دے دی مگر اس کے نفاذ کیلئے ہماری سوچ اور اپروچ کو معیار اور سند بنا دیا گیا ہو۔ پس ایسے لوگ جو خود کو سند بتاتے اور منواتے ہیں۔ اپنی تعبیر کو اللہ کی منشا کہتے ہیں اور اپنی تفسیر کو اللہ کا فیصلہ کہہ کر سناتے اور مخلوق کو بہکاتے ہیں، قرآن نے انہی لوگوں کو کہا ہے۔

لَا يُفْلِحُوْنَ "وہ کامیاب نہیں ہوں گے"

قرآن ان لوگوں سے یوں بھی مخاطب ہوتا ہے۔

مَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسے فیصلے کرتے ہو"؟

خدا جانے تمہیں کیا ہو گیا ہے

خرد بیزار دل سے دل خرد سے

اس بدحالی میں جو قوم یا جماعت فلاح کے لئے غیروں کے دروازے سے خیر کی بھیک مانگتی ہو، بار بار در بدر خاک بسر ہوتی ہو، قرآن انہیں کہتا ہے۔

لَا بُرْهَانَ لَه' بِه فَاِنَّمَاحِسَا بُه' عِنْدَ رَبِّہٖ(پارہ ۱۸، آیت :۱۱۷، سورت: المومنون)''

''اس کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں، سواس کا حساب اس کے رب کے پاس ہوگا''

یعنی دنیا وآخرت کے گھاٹے کے سوا انہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔

وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اُسے کسی صورت میں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ مسلمان کہلاتے ہوئے صرف دنیا کی زندگی کیلئے وقف ہو کے رہ جائے۔ صرف دنیا کی زندگی کیلئے جدو جہد تو کافروں اور مشرکوں کا مطمح نظر ہے کیوں کہ موت کے بعد کی حیاتِ طیبہ پر ان کا عقیدہ و یقین نہیں ہے اور مسلمان کہلانے والوں کا تو یقین ہی یہ ہے کہ الدنیا مزرعة الاخرة'' دنیا آخرت کی کھیتی ہے'' (ارشادِ رسول علیہ السلام) یعنی کاشت دنیا کی زندگی میں کرنی ہے اور کٹائی موت کے بعد کرنا ہے۔ مسلمانوں کی ساری جدو جہد کا خلاصہ ہی یہ ہے کہ دنیا میں زندگی کے تمام شعبوں میں جُہد للبقاء اور ارتقاء، کے نام پر جتنی محاذ آرائی کی جارہی ہے۔ اس محاذ آرائی کا رُخ موڑ دیا جائے اور اس جہد للبقاء اور ارتقاء انسانی کا مرکزی فکر جُہد للعُقبیٰ بنا دیا جائے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آج کا انسان ایک مرتبہ پھر ترقی، ارتقاء، اکتشافات، اور علم کے زعم میں تنزل، رجعت، گم گشتگی اور جہالت کے لق و دق صحرا اور وادیٔ فنا میں اتر جانے کیلئے سرپٹ دوڑتا ہے۔ ان حالات میں دعوتِ احرار یہ ہے کہ عام مسلمان جو غفلت وخواہشات کی ابلیسی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں انہیں جھنجوڑ اجگایا اور آزاد کرایا جائے۔ محض دنیا کی جھوٹی تمناؤں میں گھری ہوئی امت کی کشتی کو ساحلِ مراد تک پہنچایا جائے۔ تا کہ اُمت کو دنیاوی سلامتی و اُخروی فلاح ونجات مل سکے۔ دنیا میں سلامتی اور آخرت میں نجات صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم مل کر ایک مضبوط طریقہ کار سے اپنے آپ کو انبیاء صدیقین شہداء، اور صالحین کی روشن راہ پر ڈالیں کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر منزل مراد حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جسے قرآن کریم نے واضح اور دوٹوک لفظوں میں بزبان حضور خاتم النبیین ﷺ یوں بیان فرمایا۔

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (پارہ :۸، آیت :۱۵۳، سورت: الانعام)

''تحقیق بے شک وشبہ یہ میرا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے (صراطِ مستقیم ہے) تم اسی راہ پر چلو اور دوسرے راستوں پر مت چلو (دیگر نظام زندگی مت اپناؤ) پس وہ تمہیں اس سیدھے راستے سے جُدا کردیں گے۔ اسی کی تاکید ہے تمہیں، تا کہ تم دوسرے راستوں سے بچو''۔

اس راستے کے تمام راہ نوردوں کو یہ بات ہروقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس راستے پر چلتے ہوئے قربانی وایثار کی بلند صفتیں اپنے اندر پیدا کرنا بہت ضروری ہیں کیونکہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی دیگر صفاتِ عالیہ کے ساتھ ساتھ ایثار وقربانی ان کی بنیادی خصوصیت اور صفت قرار دی گئی ہے۔

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (پارہ :۲۸، آیت :۹، سورت: الحشر)

''وہ اپنی جانوں کا ایثار کرتے ہیں، اگرچہ خود فاقہ سے ہوں''۔

ہم نے جب اس راستہ پر چلنے کا قصد کیا ہے اور منزل تک پہنچنے کا عزم کیا ہے تو پھر ہمیں بھی ایثار کرنا ہے، کس چیز کا ایثار؟

وقت ، مال اور جان کا ایثار

ہمت ، توانائی اور عزم کا ایثار

ذہانت ، دیانت اور شعور کا ایثار

غرضیکہ وہ تمام توانائیاں جو انسانی معاشرہ کے باطنی حسن و جمال کو اجاگر کریں اور سماج کے ظاہری نظام کو رعنائیاں بخشیں اور امت کو صراطِ مستقیم پر لے آئیں۔ اس راہ میں بغیر کسی دنیاوی لالچ کے قربان کر دی جائیں۔ کیونکہ امت کو صراطِ مستقیم پر لانے کا کام ایسا خوبصورت، حسین وجمیل، پرکشش، سہانا اور من بھاونا ہے کہ اس پر عزت و ناموس نثار کر دی جائے تو یہ سودا سستا ہے، مہنگا نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (پارہ :۱۱ آیت :۱۱۱ سورت: التوبہ)

''ترجمہ: بے شک اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔''

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ جا و بے جا اپنی توانائیاں ضائع کی جائیں بلکہ حالات کا جائزہ لے کر مستقبل کے نتائج پر غور وفکر کر کے پھر عملی قدم اُٹھایا جائے تاکہ عاقبت میں بے تدبیری کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے بہ قول حضرت سعدی شیرازی رحمہ اللہ

زمینِ شور سنبل برنیارد

درو تخم عمل ضائع مگرداں

شور، کلر اور سیم زدہ زمین پھول نہیں اُگاتی، اس میں عمل کا بیج ڈال ڈال کے بیج برباد نہ کر۔

اور حضور رحمت اللعالمین ﷺ کو اللہ پاک نے فرمایا: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (پارہ :۱۹، آیت :۳، سورت الشعراء)

''شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے کے غم میں رنج کرتے جان دے دیں گے''۔

یعنی ان کی پرواو اور فکر چھوڑیں، آپ کے ذمہ صرف بلاغ و ابلاغ ہے۔ اس راہ کی مشکل گھاٹی بھی یہی ہے کہ صراط مستقیم پر امت کو لاتے لاتے آدمی تھک جاتا ہے اور حالت کچھ ایسی ہو جاتی ہے کہ چہرہ پژمردہ، اعصاب شکستہ، دل گرفتہ، تھکا تھکا سا، اندر سے ٹوٹا ہوا، بکھرا ہوا آدمی کھویا کھویا سا نظر آتا ہے مگر اس کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ اور کسی کو منوانا ہمارے ذمہ نہیں بلکہ پکارنا، بلانا، صدا لگانا ہمارے ذمہ ہے اور بس، دلوں کی دنیا بدلنے والا صرف اللہ ہے اور وہی ہے جو خزاں کو بہار میں بدلتا ہے۔ پس اپنی ظاہری محنت کے ساتھ اس کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر ہدایت کی بھیک مانگنا یہ بھی فرض ہے۔ گویا ہدایت عامہ کیلئے اجتماعی دعا و درخواست انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا شیوہ ہے۔ ظاہری وسائل کی فراوانی اس وقت تک ہدایت پیدا نہیں کرتی جب تک آہِ نیم شبی اور دعاء سحر گاہی کا آمیزہ ان وسائل کی روح نہ بن جائے اور یہی وہ دعوت ہے جو رنگ لائے بغیر نہیں رہتی۔

پھر ہماری دعوت تو رہبانیت سے پاک ہے، ہم تو دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا رخ موڑنا چاہتے ہیں مگر ایسے کہ آدمی نہ تو دنیا اور اس کی لذتوں کا بھکاری بن کر رہ جائے اور نہ ہی لبادۂ مکر اوڑھ کر لوگوں کی آرزوؤں کا قتل کیا جائے اور نہ ہی کارکنوں کو معاشی مصیبتوں میں گرفتار کیا جائے۔ بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیارِ حق حیات طیبہ کی اتباع کرتے ہوئے یہ دعوت عام کرنی ہے۔

ہماری تمام گزارشات آپ نے پڑھ لیں، ان پر دل کی گہرائی میں ڈوب کر غور و فکر کریں، پھر قلزمِ دل سے اٹھنے والی صدائے لاہوتی پر لبیک کہتے ہوئے ایک جذبۂ صادقہ سے مرصع ہو کر آئیں اور ہمیں اپنی رفاقت کا شرف بخشیں تا کہ ہم آپ کی رفاقت میں اپنی بڑھتی ہوئی طاقت سے حوادث کا رخ موڑیں۔ ثقافت کے طوفان کو روکیں، عداوتوں کا منہ توڑیں اور بغاوتوں کے عفریت کو موت کی وادی میں دھکیل دیں۔ آپ کی رفاقت ہماری حوصلہ افزائی کرے گی، دل بڑھائے گی اور ان شاء اللہ دین کے ارتقائی عمل کو جاری وساری رکھنے کا موجب ہوگی، پھر ہم بھرپور قوت سے منزلِ مراد پا کے رہیں گے۔ اور...... اگر...... خدانخواستہ...... ہم اپنی محنت کا پھل نہ کھا سکے، اپنے جانکاہ عمل کا نتیجہ نہ پا سکے اور صراطِ مستقیم پر اپنی طاقت کے مطابق چل کر بھی دنیا میں منزل مقصود حاصل نہ کر سکے تو یقین کیجئے کہ مرنے کے بعد کی زندگی میں جو حیات طیبہ کہلاتی ہے۔ مجھ سے یا آپ سے ہرگز یہ سوال نہیں ہوگا کہ تم کتنے کامیاب ہوئے؟ تمہاری محنت کا حاصل کیا نکلا؟ تمہاری بے پناہ جدوجہد کا انجام کیا ہوا؟ بلکہ پوچھا جائے گا تو صرف یہ کہ تمہیں جس قدر نعمتیں اور جتنی توانائیاں بخشی گئی تھیں۔ تم نے میری مخلوق کی دنیا و آخرت کی بھلائی کیلئے کس قدر صرف کیں؟...... کہاں کہاں یہ تو تمیں استعمال کیں، کن مقاصد کو تم نے فکر و شعور کا مرکز بنایا، بینائی و توانائی، دولت و طاقت، جانِ نازک اور عزت و آبرو غرض تم نے کہاں پر ساری نعمتیں کھپا دیں۔ امت کو صراطِ مستقیم پر لانے کیلئے یہ سب کچھ اگر کھپا دیا اور لگا دیا تو قبر و حشر میں ان شاء اللہ جواب دے سکیں

گے کہ اے اللہ! ہم عاجزوں نے آپ کی بخشی ہوئی تمام نعمتیں، قوتیں اور تمام توانائیاں آپ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے بے دریغ لٹا دیں کیونکہ آپ کے نبی گرامی خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد روح کی گہرائی میں رچ بس گیا تھا۔

اَلخلق کلھم عیال اللہ فاحسَن الخلق الی اللہ احسنُھم خلقاً اِلیُھم

''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ پس مخلوق میں سے اللہ کو وہ بھاتا ہے۔ جو مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے''۔

اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک یہی ہے کہ مالی طور پر ناداروں پر مال نثار کیا جائے اور دینی طور پر ناداروں محتاجوں اور بے کسوں پر اپنی ظاہری و باطنی توانائیاں نثار کر کے انہیں شیطان کے چنگل سے نجات دلائی جائے۔

الیس منکم رجل رشید ''کوئی ہے جو بڑھ کے امت کی آبرو بچالے''

کامیابی، اصلاحِ انقلاب اور فلاح کی ایک ہی صحیح راہ ہے، ایک ہی طریقہ ہے اور ایک ہی صورت ہے جو حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے بتادیا، وہی حق ہے اور وہی آفاقی سچ ہے۔

لَا یُصلِحُ آخِرھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا بِمَا صَلُحَتْ اَوَّلُھَا

''اس امت کے آخر کی اصلاح و فلاح اسی طریقہ سے ہوگی، جس سے اوّل کی اصلاح ہوئی''۔ (الحدیث)

جب یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر ملکی سلامتی کیلئے، قوم کی سلامت روی کے لئے، خیر غالب اور شر مغلوب کرنے کیلئے نئے سال کا نیا عزم اور نیا ولولہ لے کر اٹھیں۔ اس بھولے ہوئے سبق کو پھر پڑھیں اور تازہ کر کے عہد کریں اور تجدید میثاق کریں۔

ہے سربسر تباہی انسان کی حکومت — قائم کرو جہاں میں قرآن کی حکومت

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ''اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے'' (پارہ :۱۳، سورت: یوسف، آیت :۴۰)

اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ''سن لو، اُسی (اللہ) کا کام ہی پیدا کرنا اور حکم فرمانا'' (پارہ: ۸، آیت: ۵۴، سورت: الاعراف)

فَالْحُکْمُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ ''اب وہی حکم سب سے بڑا ہے جو اللہ کرے'' (پارہ نمبر: ۲۴، آیت نمبر: ۱۲، سورت: مومن)

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ

''اور جو کچھ اللہ نے اتارا، اس کا حکم نہ کریں، سو وہی لوگ کافر ہیں'' (پارہ :۶، آیت :۴۴، سورت: المائدۃ)

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے — حکمراں ہے بس وہی باقی بتانِ آزری

محسنِ احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شہیدِ غیرت، مظلومِ کربلا، ریحانۃ النبی
سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہما

جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم .... دانائے سبل، فخر الرسل، مولائے کُل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پروردہ جماعت ہے کہ جن کا حکم، حکمِ الٰہی، کلام، کلامِ الٰہی اور عمل منتہائے ربّی ہے۔ مولائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین لاکھ سے متجاوز قدسی صفت صحابہ کی جماعت گراں مایہ میں فکر و نظر اور شعور و احساس کا وہ نور منتقل کیا کہ جو قیامت تک امتِ رسول ﷺ کے لئے ہدایت اور حُریت کے راستوں کو اجالتا رہے گا۔

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، نورِ نظرِ علی المرتضیٰ، سیدنا حسین سلام اللہ و رضوانہ علیہ بھی اسی جماعتِ صحابہ کے فردِ فرید اور لُولُوئے لالہ ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات میں اسوۂ رسالت کا یہی نورانی عکس نمایاں تر ہے۔ آپ کا اُسوہ مقامِ صحابیت کی عملی تفسیر ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ .... ! صالح، زاہد، عابد، باکمال، منکسر المزاج، متواضع، بہادر، شب زندہ دار، تہجد میں اللہ سے گفتگو کرنے والے، اپنے رب کے حضور عجز کا اظہار کر کے طویل سجدے کرنے والے اور قیامِ طویل میں ایک یا دو پارہ نہیں سورۃ بقرایک رکعت میں پڑھنے والے تھے۔ جنہوں نے بچپن میں نبی کریم علیہ الوف التحیۃ والتسلیم کے پیار کی بہاروں کو لوٹا ہے۔ آپ کی گود میں کھیلے ہیں اور وہ ریحانۃ النبی ہیں...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا...... یا اللہ! جو حسین سے محبت کرے، میں اس سے محبت کرتا ہوں، جو حسین سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی معیت جسدی اور معیّتِ زمانی حاصل ہے۔ آپ براہِ راست فیضانِ رسول ﷺ حاصل کرنے کے شرف سے مشرف ہیں۔ آپ کا یہ مقام و مرتبہ اور اجلال و اکرام ہی ہماری محبتوں کا مرکز و محور ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت منافقین عجم کے سازشی فکر و فلسفہ کا شاخسانہ ہے۔ شہادتِ حسینؓ سے دین کی روحِ عمل سمجھ میں آ جاتی ہے اور غیرت و حمیت اپنے اوجِ کمال پر نظر آتی ہے۔ سیدنا حسینؓ نے جہاں غیرت

ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلعتِ شہادت زیب تن کی، وہاں انہوں نے منافقین عجم کے اس گروہ کو بھی ہمیشہ کیلئے رسوا کردیا جو ان کے نانا ﷺ کے دین کے درپے آزار ہوکر خلافتِ عثمانی پر مہلک وار کرچکا تھا۔

حادثہ کربلا کے پس منظر میں یہودیوں، سبائیوں اور مجوسیوں کی منافقانہ سازشیں کارفرما تھیں۔ خیبر کی شکست، جزیرۃ العرب سے انخلاء اور اپنے اقتدار کے چکنا چور ہونے کے بعد یہودیوں نے امتِ مسلمہ میں انتشار و افتراق کی گہری سازشیں شروع کردی تھیں اور وہ اسلامی حکومت کے استحکام اور تیزی سے بڑھتی ہوئی فتوحات سے خوفزدہ ہوکر انتقام پر اتر آئے تھے۔ ادھر عجمی مجوسیوں کو اقتدارِ کسریٰ کے ملیامیٹ ہوجانے کے کبھی نہ مندمل ہونے والے زخم چاٹنے کی مصروفیت تھی، انہی دو نمایاں عناصر کو ایک حسبی نسبی یہودی مسٹر عبداللہ ابن سباء جیسا شر دماغ سازشی میسر آیا جس نے شہید مظلوم سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک مرکزی کردار ادا کیا۔

۶۰ھ میں جب امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو کوفہ کے کچھ آدمیوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ حسین! تجھ کو مبارک ہو! معاویہ مرگیا!'' سازش اور فساد کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔ کوفیوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے، خلافت پر متمکن ہونے کی دعوت دی اور کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، میدان خالی ہے۔ پھل پک چکا ہے، آیئے! ہم آپ کو امام مانتے ہیں۔ تاریخ کی روایات میں ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار خطوط لکھے گئے۔ آپ نے حالات کا جائزہ لینے کیلئے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔ پہلے ہزاروں کوفیوں نے ان کی بیعت کی، پھر انہیں بے دردی کے ساتھ شہید کردیا۔ چنانچہ جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مقام ثعلبیہ پر پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کو شہید کردیا گیا ہے۔ تو آپ نے مسلم بن عقیل کے بیٹوں سے مشورہ کے بعد یزید سے ملاقات کا فیصلہ کرلیا۔ حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے بھی آپ کے ساتھ تھے اور اسی مقام سے کوفہ کی بجائے شام کا سفر شروع کیا۔ ابن زیادہ اور شمر جو مسلم بن عقیل کے قتل میں براہِ راست شریک اور ملوث تھے، انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یزید کے پاس پہنچ گئے تو اصل سازش عیاں ہوجائے گی اور مفاہمت ہوجائے گی۔ چنانچہ انہوں نے آپ کا راستہ روکا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: ''ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ یہ میری موت کے بعد ہی ممکن ہے''۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ عین حق تھا اور غیرت حسینؓ کا یہی تقاضا تھا۔ پھر میدان کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جو تین شرائط پیش کیں، اُن پر ائمہ اہل سنت اور ائمہ اہل تشیع متفق ہیں اور دونوں طبقوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جو ''تاریخ ابن کثیر''، ''تاریخ طبری'' اور شیعہ کی مشہور کتاب ''الشافی'' میں مرقوم و مرتسم ہیں۔ کچھ یوں ہیں۔ ''میری تین باتوں میں سے ایک بات پسند کرلو۔ یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں، یا تم میرے

راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں، وہ میرا عم زاد ہے۔ پھر وہ میرے متعلق خود اپنی رائے قائم کرلے گا۔ یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کردو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی مل جائے گا۔ اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی، وہی مجھے بھی پہنچے گی (''الشافی'' ص ۷۱)

ان شرائط کے مطالعہ کے بعد کسی تحقیق کی گنجائش نہیں رہ جاتی اور حقائق کھل کر، ابھر کر اور نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

جو لوگ آج حق و باطل کے خانہ ساز معرکے اٹھا رہے ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں۔ ان کی ساری خرمستیاں سبائی دولت، اشتری حیلوں، حکیمی تجبر اور مختاری چالوں کا مظہر کامل ہیں۔ یہود و مجوس کی ساری تگ و دو اس نکتہ پر مرتکز ہے کہ تاریخ، ادب، سیاسیات، سماجیات اور اعتقادات کے ہر ہر گوشے میں شرک اور نفاق کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے بت کھڑے کردیئے جائیں۔ میدان جنگ میں عبرتناک شکست اور ذلت آمیز موت سے پے در پے دوچار ہونے والے اعداءِ رسولؐ و اعداءِ اصحاب رسولؐ کے پاس یہی ایک انتقامی حربہ تھا جو پوری قوت سے مسلسل آزمایا گیا اور آزمانے والے وہی تھے کہ فتنہ و سازش اور شرک و نفاق جن کی فطرت و طینت، ضمیر و خمیر، سرشت و خصال اور فکر و نہاد کے اجزاء ترکیبی ہیں۔ جس کا دردناک مظاہرہ شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی صورت میں ہو چکا تھا۔

''بندگی بوتراب'' کا نعرہ سرزمینِ عجم کو اسی لئے راس اور خوش آیا کہ یہاں صنم پرستی، شاہ پرستی، اور شخصیت پرستی مزاجوں کا حصہ ہو چکی تھی۔ جہاں بندگیٔ طاقت و دولت، آئین ہائے کہنہ و نو کے متن واحد کا درجہ رکھتی تھی، ایسی رت میں، ایسے ماحول میں اور ایسے موسم میں خبیثانِ عجم، یہود و مجوس کے لئے سازگاری ہی سازگاری تھی۔ چنانچہ ملت ابراہیمی کی عالمگیر وحدت کو پارہ پارہ اور امت محمدیہ کی ابدی شوکت و سطوت کو مجروح و مسخ کرنے کے لئے آلِ رسول ﷺ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا اور کربلا مقتل گاہِ آلِ رسول بنادی گئی۔ سبطِ رسول شہید کردیئے گئے اور انہی کے نام پر ایک نیا دین گھڑا گیا، ایک نیا دھرم متعارف کرایا گیا جس کے پجاری و بیوپاری گزشتہ تیرہ سو سال سے اسلام کے صدر اوّل میں اپنی جانکاہ ہزیمتوں کا انتقام لے رہے ہیں لیکن یہ دین اسلام ہے کہ خون صحابہ و راسوہ و آثار اصحابِ رسول علیہم الرضوان اس ناقابل تسخیر قلعہ کی فصلیں ہوگئی ہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام گونجتا رہے گا اور اسلام کی آبیاری کے لئے جان و مال قربان کرنے والوں (صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم) کا نام بھی تابد تابندہ رہے گا۔

مولانا محمد مغیرہ
خطیب جامع مسجد احرار، چناب نگر

امیر المومنین، خلیفۂ راشد سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
شدت و ہیبت میں جبرائیلؑ کے مثیل

اللہ کے آخری رسول نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "سید القوم خادمھم" یعنی قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے۔ اور اپنی قوم کی راحت و آرام کے لیے ہمہ قسم کا سامان مہیا کرتا ہے۔ ان کے دکھ درد کا خیال رکھتا ہے۔

مسلم حکمرانوں کی تاریخ میں ان گنت ایسے واقعات ہیں کہ بادشاہ وقت (خلیفۃ المسلمین) قوم کی نگہبانی کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہا ہے۔ خلیفہ بنتے ہی اس کی راحت جان یہ ہے کہ میری رعایا کو آرام میسر ہو اور یہ اس لیے کہ اسے علم ہے کہ مرنے کے بعد ایک دن پھر جی اٹھنا ہے اور خدائے واحد کے سامنے حاضری دینا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہٖ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر نگہبان سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ کوئی صرف چار دیواری یعنی گھر کا نگہبان ہے تو اس سے گھر کے افراد کے بارے میں پوچھ ہوگی۔ ایسے ہی ہر حکمران سے پورے ملک میں بسنے والی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

حضور ﷺ کے دوسرے خلیفہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حسب دستور ایک رات گشت کرتے ہوئے آبادی سے باہر ایک کھلے میدان میں جا نکلے۔ گھاس پھونس کی ایک جھونپڑی نظر آئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ تاریکی میں ایک آدمی افسردگی کی حالت میں بیٹھا ہے جبکہ جھونپڑی سے عورت کے کراہنے کی آواز آ رہی ہے۔ امیر المومنین اس آدمی کے پاس گئے سلام کیا اور پوچھا "تو کون ہے اور اس صحرا میں کیوں ٹھہرا ہوا ہے۔" جس پر اس نے کہا "بوریہ نشین ہوں، یہاں آیا ہوں کہ امیر المومنین کے جود و سخا سے فیض پاؤں۔ یہ میری بیوی ہے اور دردِ زہ میں مبتلا ہے۔" امیر المومنین نے کہا "کیا اس کی مدد کے لیے کوئی عورت ہے؟" جواب ملا "نہیں!" امیر المومنین سیدھے اپنے گھر پہنچے اور اپنی زوجہ سیدہ ام کلثوم بنت سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا "ایک کارِ ثواب ہے، کرو گی؟" زوجہ کہنے لگیں "کیا کام ہے؟" فرمایا "ایک غریب الدیار عورت ہے، دردِ زہ میں مبتلا ہے۔" سنتے ہی سیدہ ام کلثومؓ تیار ہو گئیں۔ خود امیر المومنین نے خورد و نوش کا کچھ سامان لیا اور اپنی اہلیہ کے ہمراہ مسافر کے پڑاؤ کی طرف چل دیئے۔ آپؓ نے اہلیہ کو اندر بھیج دیا اور خود مسافر کے پاس بیٹھ گئے بلکہ آگ جلا کر دیگچی میں کھانا پکانے لگے۔ کچھ دیر بعد اندر سے آواز آئی "امیر المومنین! اپنے مسافر بھائی کو مبارک باد دیجیے، اللہ نے اس کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔" امیر المومنین کو اپنے پاس موجود پا کر مسافر کے پاؤں سے زمین سرک گئی۔ امیر المومنین نے مسافر کی پریشانی کو دیکھ کر تسلی دی کہ میں

تمہارا خادم ہوں' پریشان کیوں ہوتے ہو؟ اطمینان رکھو۔'' امیر المومنین نے دیگچی اٹھائی اور دروازہ کے قریب آ کر رکھ دی' اپنی اہلیہ کو آواز دی کہ ''یہ لے جاؤ اور اپنی بہن کو کھلاؤ۔'' فراغت کے بعد امیر المومنین اپنی اہلیہ کے ساتھ واپس چلے گئے۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کی زندگی اس قسم کے واقعات سے مزین ہے۔ رعایا آپ سے بہت خوش رہی۔ حضور ﷺ سے آپ کے بہت سے فضائل منقول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں نے ایک دن خواب میں جنت کی سیر کی۔ مجھے ایک محل نظر آیا۔ مجھے گمان ہوا کہ یہ محل میرے لیے ہوگا۔ جب میں نے اس محل کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ عمر بن خطابؓ کا ہے۔''

حضور اقدس ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ''میں آخری نبی ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' ایک دوسری حدیث میں فرمایا ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔'' جیسے سابقہ کتب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ملتا ہے۔ ایسے ہی آپ کے صحابہ کرامؓ کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک دفعہ ایک عیسائی عالم سے ملاقات ہوئی۔ عیسائی عالم نے کہا ''ہماری کتابوں میں' تمہارے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے' آپ کو ''قرن حدید'' (فولادی سینگ) کہا گیا ہے۔'' حضرت عمرؓ نے پوچھا ''قرن حدید یعنی فولادی سینگ سے کیا مراد ہے؟'' عیسائی عالم نے کہا ''فولادی سینگ سے مراد بے حد سخت گیر حاکم یعنی عدل کے معاملہ میں متشدد فرمانروا ہے۔''

اسی صفت کو ذکر کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وَاَشَدُّھُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ عُمَرُ' اللہ تعالیٰ نے کائنات کا نظام اسباب کے ساتھ معلق کیا ہے۔ جب رسول اکرم ﷺ کو نبوت کا تاج پہنایا گیا تو آپ نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا اور دعوت الی التوحید پر گامزن ہوئے تو کچھ لوگ اسلام قبول کرنے لگے مگر حال یہ تھا جو بھی اسلام قبول کرتا وہ دھر لیا جاتا۔ جن میں حضرت بلالؓ، حضرت عمارؓ جیسے کئی صحابہؓ تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوبکر جیسے معزز حضرات اسلام قبول کرنے کے بعد کسی نہ کسی بہانے دھر لیے جاتے۔ حالانکہ وہ قبول اسلام سے پہلے بھی معاشرے میں معزز سمجھے جاتے تھے اور اپنا اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ کون صحابی ہوگا جو کفار کے ظلم و ستم سے بچا ہو؟ جب خود خاتم الانبیاء ﷺ کفار کے ظلم و ستم کا شکار رہے تو غلاموں کی تو بات ہی اور ہے۔ کفار نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تبلیغی سرگرمیاں ختم کی جائیں۔ جس کے لیے حضور علیہ السلام کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے گئے مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ قریبا چالیس کے قریب لوگ مسلمان ہوئے مگر سارے کے سارے کفار کے تختہ مشق بنے ہوئے تھے۔ جس پر نبی کریم ﷺ پریشان و غم زدہ رہتے۔ ایک دن حضور ﷺ بیت اللہ میں تشریف لائے اور غمزدہ حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی: ''اے اللہ! عمر بن خطاب یا ابوجہل میں سے جو تیرے ہاں محبوب ہو اس سے اسلام کی عزت عطاء فرما!'' دعا کے بعد ایک ایسا ظاہری سبب بنا کہ حضرات عمرؓ غلام بن کر حضور ﷺ کے قدموں میں جا پہنچے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو دعاء پیغمبر کھینچ کر اسلام کی طرف لا رہی تھی اور یہ اللہ کی طاقت ہے جو چاہے کرے۔ حالانکہ حضرت عمر محمد رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی غرض سے نکلے تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے جب حضرت

عمرؓ کے چہرے پر آثار تبدیل ہوتے دیکھے تو ان سے رہا نہ گیا فرمانے لگے ''عمر مبارک ہو' معلوم ہوتا ہے حضور علیہ السلام کی دعا تیرے حق میں قبولیت اختیار کر چکی ہے' یہ سن کر فرمانے لگے ''خبابؓ! مجھے بھی حضور ﷺ کی خدمت میں لے چلو۔'' حضرت خبابؓ خوشی خوشی عمر کو ساتھ لیے دار ارقم کی طرف چل دیئے' جہاں حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ جمع ہوا کرتے تھے۔ پہنچتے ہی حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے دستک دی اور حضرت عمرؓ کے اندر آنے کی اجازت چاہی مگر عمر جو اب تک دشمن رسول تھے' اس کو اندر آنے کی کیسے اجازت دی جا سکتی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات سے ابھی بے خبر تھے کہ عمر پر کیا کیا انقلابات اور تغیرات آ چکے ہیں۔ کوئی بھی دروازہ کھولنے کو تیار نہ ہوا۔ حضرت حمزہؓ جو اس وقت حضور ﷺ کے پاس موجود تھے۔ جرأت و بہادری کے پیکر تھے۔ انہوں نے فرمایا دروازہ کھول دو اور حضرت عمرؓ کو اندر آنے دو۔ اگر اللہ نے عمر کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اللہ اس کو ہدایت، اسلام قبول کرنے اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کی توفیق دے گا اور اگر حضرت عمرؓ کے ساتھ اللہ کی طرف سے کوئی بھلائی کا ارادہ نہیں اور وہ بھی کسی غلط ارادہ سے آیا ہے تو پھر دیکھا جائے گا اور خدا کو منظور ہوا تو اُسی کی تلوار سے اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے بھی دروازہ کھولنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ دروازہ کھلتے ہی دو افراد نے عمر کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر آپ ﷺ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کو کرتے سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور ارشاد فرمایا ''عمر! تو اس وقت تک دشمنی سے باز نہیں آئے گا' جب تک تجھ پر عذابِ الٰہی نازل نہ ہو۔'' عمر سر جھکائے انا چھوڑ کر ہمہ تن حاضر خدمت ہو چکے تھے۔ عرض کیا ''یا رسول اللہ! اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤں۔'' اور زبان سے یہ الفاظ جاری ہو گئے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ جس پر حضور علیہ السلام کا چہرہ چمک اٹھا اور فرط مسرت سے با آواز بلند نعرۂ تکبیر کہا۔ صحابہ بھی خوش ہو رہے تھے کہ جبرائیل آسمانوں سے تڑپ کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''یا رسول اللہ! آسمان کے مکینوں اور فرشتوں کو حضرت عمرؓ کے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کا شدید انتظار تھا اور اب تمام آسمان والے عمر کے اسلام لانے پر بے حد مسرور ہیں۔ چونکہ عمر پیغمبر اسلام کی دعا کا ثمر بن کر آئے تھے۔ یقیناً ایسے ہی ہونا چاہیے تھا کہ پیغمبر اسلام نے دین حق کی عزت کے لیے عمر مانگا تھا اور ایسے ہی ہوا کہ عمر کے اسلام قبول کرتے ہی' دین کی عزت اور غلبہ شروع ہو گیا۔ سیدنا عمرؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ سچے نہیں' کیا ہمارا دین سچا نہیں تو پھر کیوں ہم اللہ کی عبادت چھپ کر کریں۔ رحیم و کریم پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا'' تیری قوم ہمیں کعبۃ اللہ میں نماز نہیں پڑھنے دیتی۔'' سیدنا عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی مسلمان حرم میں علی الاعلان نمازیں پڑھنے لگے اور علانیہ طور پر دعوت و تبلیغ کا کام شروع ہو گیا۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''میرے دو وزیر آسمان پر ہیں یعنی جبرائیل و میکائیل' اور دو زمین پر ہیں یعنی ابوبکر و عمر۔ آپ ﷺ نے ایک دن اپنے یارِ غار سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور اپنی دعا کے ثمر سیدنا عمر فاروقؓ سے فرمایا میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ملائکہ میں تم دونوں جبرائیل و میکائیل سے اور انبیاء میں ابراہیم و نوح سے مشابہ ہو۔ میکائیل اپنی رحمت اور ابراہیم علیہ

السلام اپنے عفو و درگزر کی صفتوں کے ساتھ ابوبکرؓ کی شخصیت اور جبرائیلؑ اپنی شدت وہیبت اور دشمنان خدا پر اپنی گرفت اور نوح علیہ السلام اپنے پیغمبرانہ جلال اور زمین پر کفار کی بربادیٔ مطلق کی آرزو کے ساتھ عمرؓ کی شخصیت میں جلوہ فرما ہیں۔ نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا ''منافق' ابوبکر و عمر سے محبت نہیں کرسکتا اور مومن ان دونوں سے کینہ اور بغض نہیں رکھ سکتا۔

ایک دن مسجد میں حضور ﷺ اس شان سے داخل ہوئے کہ آپ کے دائیں ہاتھ ابوبکرؓ اور بائیں ہاتھ عمرؓ تھے۔ آپ نے فرمایا ''محشر میں ہم (تینوں) اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔'' ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا ''جب مجھے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان ہوں گا۔ ہم تینوں حرم کے درمیان کھڑے ہوجائیں گے۔ اس کے بعد اہل مدینہ اور اہل مکہ آئیں گے۔ اس سے بڑھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کیا فضیلت ہوسکتی ہے کہ حضور علیہ السلام کا وجود مبارک جس خمیر سے اٹھایا گیا' اسی سے عمر رضی اللہ عنہ کا خمیر بھی اٹھا گیا اور اسی میں اکٹھے لوٹائے گئے۔

جس پر قرآن شاہد ہے۔ منها خلقنكم و فيها نعيدكم و منها نخرجكم تارة اخرىٰ

ابوسفیان تائب

نام محمد ﷺ

ہے دل کا سکوں راحت جاں نام محمد
ہر لمحہ رہے وردِ زباں نامِ محمد
مٹ جاتے ہیں غم چہرے پہ آجاتی ہے رونق
ہوتا ہے لبوں سے جوادا نامِ محمد

نظرِ نبوت ﷺ

تیری نظر سے ملی روشنی زمانے کو
تیری نظر تو ہر اک روشنی سے بڑھ کر ہے
تیری نظر سے ہی تاریک دل ہوئے روشن
تیری نظر ہی تو نورِ خدا کا مظہر ہے

احرار

توحید کا پرچم اٹھائے آگئے احرار
ہر دور کے فرعون سے ٹکراگئے احرار
ناموسِ پیغمبرؐ ہوکہ اصحابؓ کی عظمت
ہیں سربکفن تیغ بدست آگئے احرار

سید یونس الحسنی

اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں

جنرل پرویز کے دورۂ روس کی آمدہ تفصیلات ہرگز دل خوش کن نہیں ہیں۔ صدر ولادی میر پوٹن نے کم وبیش وہی مطالبات دہرائے ہیں، جن کی اہلِ مغرب اور بھارت مدت سے رٹ لگائے ہوئے ہیں۔ یعنی

- پاکستان کی طرف سے مقبوضہ کشمیر میں مسلح مداخلت مکمل طور پر بند ہونی چاہیے۔
- حکومتِ پاکستان مجاہدین کے خلاف کریک ڈاؤن کرے۔
- پاک بھارت حکمران مسئلہ کشمیر پر مذاکرات کریں۔ اس معاملے میں شملہ معاہدہ اور اعلانِ لاہور کی پابندی کی جائے۔
- پاکستان دہشت گردی کی برآمد کی اجازت نہ دے۔
- صدر پاکستان نے شدت پسندوں کے خلاف جن اقدامات کا اعلان کیا تھا، اس پر عمل درآمد کریں۔

صدر پرویز نے کہا کہ ''پاکستان اور روس مشترکہ طور پر دہشت گردی کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ ہمارا تعاون جاری رہے گا۔ چیچنیا کا مسئلہ روس کا داخلی معاملہ ہے۔ پاکستان اور روس طویل عرصہ تک ایک دوسرے کو دوسروں کی نگاہ سے دیکھتے رہے ہیں۔ ہم اسے مغرب اور وہ ہمیں بھارت کی نظروں سے دیکھتا رہا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ دونوں ممالک قریب آئیں۔ سوویت یونین ہمیشہ گرم پانیوں تک رسائی کی کوشش کرتا رہا، اب پاکستان روس کو گرم پانی تک رسائی کی سہولت کی پیش کش کرتا ہے۔''

یہ دورہ ایسے کڑے وقت میں ہوا جب امریکہ ایک طرف افغانستان میں قدم جمانے کی سعی میں مصروف ہے تو دوسری طرف اس کی افواج اور بحری بیڑے عراق پر حملہ کرنے کو تیار کھڑے ہیں۔ روس نے عراق پر لشکر کشی کی قطعاً حمایت نہیں کی۔ اس کی یہ کیفیات چین اور فرانس سے ملتی جلتی ہیں لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ امریکہ پر اقتصادی انحصار نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا اور وہ کسی بھی صورت مسٹر بش کے منہ لگنے یا اس کی پالیسی سے انحراف کرنے کے قابل نہیں رہا، وہ پاکستان کی کیا مدد کر سکتا ہے یا کر سکے گا۔ وہ پاک بھارت تنازعات میں ثالثی کی اہلیت سے محروم ہو چکا ہے۔ یوں بھی اس ملک کا مصالحانہ کردار ایسا نہیں رہا کہ جس پر اطمینان کا اظہار کیا جا سکے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں کسی حد تک حاصل ہونے والی کامیابی جو میدان میں حاصل کی گئی تھی۔ روس ثالثی کی بدولت مذاکرات کی میز پر شکست میں تبدیل ہو گئی اور ہمیں معاہدہ تاشقند کے مکروہ تحفے پر اکتفا کرنا پڑا۔ دانشورانِ وطن تب بھی نغاں بلب تھے اور آج بھی پریشاں خاطر ہیں۔ ان کے اندیشے، خدشات اور تحفظات حقیقت کے روپ میں سب پر عیاں ہو چکے ہیں۔

پاک روس تعلقات ایک تلخابہ ہے اور بس! ہمیں یہ سچ تسلیم کر لینا چاہیے کہ ماسکو اور دہلی کی دوستی اٹوٹ رشتوں میں بندھی ہے۔ ۱۹۷۱ء میں وطن عزیز کو دولخت کرنے میں روس بھارت کے ساتھ برابر کا شریک تھا۔ کشمیر پر وہ بظاہر مذاکرات کی

طرح دیتا ہے مگر باطناً اس کا مؤقف وہی ہے جو بھارتی لیڈروں کا رہا ہے یا اب ہے۔ کس کو خوش فہمیوں میں رہنے کی عادت ہو تو کیا کہا جا سکتا ہے۔ ورنہ تاریخ کے صفحات چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ بے خانماں افغانوں سے حیات مستعار کی رونقیں چھیننے کا آغاز اسی ستم شعار نے کیا۔ نتیجۃً امریکہ وہاں آ موجود ہوا۔ سوویت یونین دم توڑ گئی اور آج کا روس ہیرو سے زیرو ہو کر امریکہ کا تابع مہمل ہو کر رہ گیا۔ ہم بھارت کے مقابل ایٹمی طاقت بن کر نسل افرنگ کے ہم رکاب اور ہم زیاں ہو کر افغان ''دہشت گردی'' کو نابود کرنے میں اپنی بھرپور صلاحتیں بروئے کار لاتے رہے۔ اس قضیے میں ہماری، بھارتی رہنماؤں اور روسی حکمرانوں کی بولیاں اوّل تا آخر یکساں ہو گئیں۔ امریکہ کے ساتھ ہماری ''دوستی'' کی انتہائی پرواز سے بالآخر ہمارے پر شل کر دیئے اور دھڑام سے وہیں آ گرے، جہاں پہلے تھے لیکن بہت سا وقت گزر چکا تھا' اس ''یارانے'' میں ہم بری طرح خجل و خوار ہو چکے تھے۔ ہمارے رعونت مآب صدر نے اس وقت بھی اپنے شہ دماغوں کی آراء کو اپنے بھاری بوٹوں تلے مسل دیا تھا اور انفرادی حیثیت سے وہ سب کچھ کر گزرے جو نہیں کرنا چاہیے تھا پھر وہ سب کچھ ہمارے ہاتھ ہو گیا جو کبھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ آج ہماری بے بسی دیدنی ہے۔ ہم اس کوشش میں ہیں کہ عراق کے بعد ہمارے باری نہ آئے۔ من موجیاں کرنے والے صدر پرویز کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ چکے ہیں۔ اس لیے وہ نئی دوستیوں کی تلاش میں کریملن یاترا کر رہے ہیں۔ اس بار بھی ہوشمندانِ چمن نے بہت سے توجہ طلب پہلو میڈیا کے توسط سے اجاگر کیئے مگر جنرل پرویز نے وہی کیا جو چاہا۔ انہوں نے وزیر اعظم سمیت کسی بھی رہنما کو اعتماد میں لینا یا ان سے مشاورت کرنا ضروری نہیں سمجھا' وہ کشاں کشاں ماسکو جا پہنچے۔ روسی صدر کے آگے بے طرح بچھے اور پھیلتے چلے گئے۔ افسوس! انہوں نے اپنی نامعقول روش کی وجہ سے چین کو منانے اور اپنا ہم نوا بنانے کا سوچا تک نہیں اور سائبیرین ریچھوں کے لیے گرم پانیوں تک رسائی سہل بنانے کی پیش کش بھی کر دی مگر روسی صدر نے دوٹوک بات کہی کہ وہ بھارت کے ساتھ دوستی کی قیمت پر کسی دوسرے ملک سے الفت کی پینگیں نہیں بڑھائے گا۔ یہ اس شخص کا جواب ہے بقول عباس اطہر اس وقت فیصلوں میں جس کی آواز کی کوئی اہمیت نہیں۔

خود پاکستان کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ایف بی آئی حکومتی سرگرمیوں میں مکمل طور پر دخیل ہے' جس سے سوسائٹی میں عجیب سی گھٹن پیدا ہو گئی ہے۔ وہ خود سر شخص' جس نے کسی کی سنی نہ مانی اور ملکی سلامتی و خود مختاری کے لیے کئی گھناؤنے چیلنج پیدا کر دیئے ہیں۔ اب انتہائی بے بسی، بے بضاعتی اور سراسیمگی کے عالم میں الٹے سیدھے آڑھے ترچھے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے مگر قومی ہمدردی اب بھی اس کی پشت پناہ نہیں کیونکہ اس نے قومی سوچ کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دی ہے۔ ایسے میں نئے اندیشوں اور خدشوں نے جنم لیا ہے۔ لوگ سوچوں کے بحر قلزم میں غوطہ زن ہیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے اور اہل وطن کو کیا کردار ادا کرنا ہو گا؟ بین الاقوامی میڈیا نے مسٹر پرویز کے دورہ روس کو پاکستان کی خارجہ پالیسی میں تبدیلی کے اشارے پر محمول کیا ہے مگر یہ بات ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے کہ آج جب امریکہ کے جنگی جنون سے پوری دنیا کی سلامتی معرض خطر میں ہے' روس سمیت کوئی ملک اس کی مخالفت پر تیار نہیں۔ جنرل پرویز اس خود کشیدہ دلدل سے نکلنے کی جرأت کر سکیں گے؟

''اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا''

محمد عمر فاروق

گوانتاناموبے کے اسیرو...... عید پھر گزر گئی ہے

اے گوانتاناموبے کے جزیرے پر قید اسلام کے مجاہدو! تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ عید الفطر کے بعد اب عید الضحیٰ بھی گزر چکی ہے۔ عالم اسلام عید کی خوشیوں میں مگن رہا۔ نئے ملبوسات پہنے گئے، عیدیاں بانٹی گئیں، حلوے تقسیم ہوئے اور سنتِ ابراہیمی کی ادائیگی کے بعد جی بھر کر گوشت شکموں میں اُتارا گیا۔

لیکن تمہیں کچھ پتہ چلے بھی تو کیونکر چلے؟ صلیبی غنڈوں نے تو تمہاری آنکھوں کو سیاہ چشموں سے ڈھانپ رکھا ہے کہ تم گردشِ لیل ونہار سے لاعلم رہو۔ کانوں میں روئی ٹھونس دی ہے کہ تم دور دراز کی خبر تو کیا' گرد و پیش کی بھنک بھی نہ سن سکو، تمہاری گردنیں ٹانگوں کے ساتھ باندھ دی گئی ہیں کہ تم سر ہی نہ اٹھا سکو اور تمہیں آہنی پنجروں میں اس لیے مقید کیا گیا ہے کہ تمہیں سکون کی دو گھڑیاں بھی میسر نہ آسکیں۔ اور صبر آزما تشدد کے مراحل اس کے علاوہ ہیں تاکہ تم کبھی بھی ایسے ''جرائم'' کے ارتکاب کا تصور ہی نہ کر سکو۔ اس طرح تمہاری بصارتوں، سماعتوں، آرام و سکون اور نقل و حرکت کو معطل و ماؤف کر کے تمہیں جیتے جی زندگی سے محروم کر دیا گیا ہے اور تمہیں آبادیوں سے دور ایسے جزیرے پر لاکر رکھا گیا ہے کہ تم اپنے آپ کو ہی بھلا ڈالو، پھر ایسے دشتِ بے اماں میں عید کا گزر کہاں؟

اے اسیرانِ وفا! تمہیں کچھ بھی تو معلوم نہیں کہ تمہارے بعد دنیا کیا سے کیا ہو گئی ہے۔ لو سنو! امریکہ کا جادو پہلے سے کہیں زیادہ سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ عالم اسلام کے بے جان اور چٹختے وجود میں دراڑیں مزید گہری ہو گئی ہیں۔ عراق نصرانیوں اور صیہونیوں کی نوکِ سناں پر ہے اور ہم عراق کی اخلاقی حمایت سے بھی دست کش ہو چکے ہیں۔ ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ شدت سے گونج رہا ہے اور عراق کے بعد سب سے پہلے ہماری باری ہی آنے کو ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر غیروں کی آنکھوں میں کھٹکنے لگا ہے۔ ہمارا ایٹمی اثاثہ دشمنوں کی زد پر ہے۔ امریکہ میں پاکستانیوں کی رجسٹریشن ہو رہی ہے اور پاکستان کے اندر ایف بی آئی دندناتی پھر رہی ہے۔ مقامی و غیر مقامی سینکڑوں مسلمان ان کے عقوبت خانوں میں روح فرسا آزمائشوں سے گزر رہے ہیں اور رہنما ہیں کہ اقتدار کی غلام گردشوں میں گم ہو کر رہ گئے ہیں۔ خوف و ہراس نے ان کے عزم و ہمت کو سلب کر ڈالا ہے۔ جذبے سرد اور ولولے یخ بستہ ہیں اور غفلت کی ایسی نیند طاری ہے کہ جس کے آگے قبرستان کی خاموشی بھی ہیچ ہے۔ غداریوں کا موسم ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا اور تم ہو کہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آنے

لگے ہو۔ تمہاری یاد کی خوشبو ہی مایوسیوں کے پت جھڑ میں گلابوں کی طرح دل و روح کو مہکاتی ہے۔

اے عزم و استقامت کے پہاڑو! تمہی سے بالیقیں یہاں رنگِ چمن تھا، تم ہی خزاں رُتوں میں بہاروں کی نوید تھے۔ تم نے جرأت و دلاوری کا جو نقش سینۂ کائنات پر ثبت کیا ہے' آج وہ فرزندانِ اسلام کا نشانِ راہ ٹھہرا ہے۔ تم نے سامراجی قوتوں کے آگے سرنگوں نہ ہو کر' اسلام کا سر فخر سے بلند تر کر دیا ہے، ہماری مسلم قیادتیں کسی فرعون کی غلامی کا طوق 'بصد شوق اپنے گلے میں لٹکائیں' لیکن تمہارے کردار و عمل نے تاریخ حریت کا جو زریں باب رقم کیا ہے' وہ حریتِ فکر و عمل کے متوالوں کا روشن نصاب بن گیا ہے۔ تم نے باطل کی سفاکی کو اپنی ناتواں جانوں پر سہہ کر' ملت اسلامیہ میں جو روحِ عمل پھونکی ہے۔ اس کا عملی مشاہدہ دنیا بھر میں امریکی و برطانوی استبداد سے شدید ترین نفرت کی شکل میں بخوبی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ تمہارے ایثار و قربانی کا ہی نتیجہ ہے کہ اب مسلمان امریکی و صیہونی مصنوعات کا بائیکاٹ کر رہے ہیں' جس سے ان کی کمپنیاں دیوالیہ ہونے لگی ہیں اور ان کی معیشت کو اربوں ڈالر خسارے کا سامنا ہے۔

بخدا تمہی کامیاب ہو، کامران و کامگار ہو، تم پابندِ سلاسل رہ کر بھی اسلام دشمنوں کی ناکامیوں کا باعث بن رہے ہو۔ تمہاری استقامت نے امتِ مسلمہ کو جو اعتماد و حوصلہ بخشا ہے' اس کا ثمر ہے کہ دنیائے اسلام کے حکمران عراق کے مسئلے پر خلیجی جنگ کے برعکس امریکہ کا ساتھ دینے سے گریزاں ہیں، امریکہ اب تنہا ہوتا جا رہا ہے اور عراق سے ٹکرانے کے بعد امریکہ کی زوال پذیری کو روکنا کس کے بس میں ہوگا؟

عید آئی اور دل کھول کر' خوشیوں کے شادیانے بجائے گئے' مگر سامراجیوں کی غلامی کا پٹا گردنوں میں ڈال کر بے روح جسموں کے ساتھ کھوکھلے قہقہے بلند کرنا اور غیروں کے حضور جھک جھک کر کبڑے ہو جانے والے اپنے کوڑھ زدہ وجود پر ریشم و حریر کے ملبوسات سجا لینا عید نہیں وعید ہے۔

اے گوانتا ناموبے میں محبوس درویش صفت مجاہدو! عید مبارک کے سزاوار صرف تم ہی تو ہو، تمہارے مقدس جسموں سے لٹکا ہوا کپڑے کا ایک ایک چیتھڑا' غلامی کے حریر و پرنیاں کے ملبوسات سے کروڑوں گنا بڑھ کر قیمتی ہے، انمول ہے۔ تم نے اس گئے گزرے دور میں جینے کا یہ شعور بخشا ہے کہ مومن کی زندگی کا حقیقی مقصد غیر اللہ کی غلامی سے دوٹوک انکار ہے اور اگر زندگی غیروں کے دستِ نگر ہو کر ہی بسر کرنی ہے تو پھر عید عرب میں گزرے یا واشنگٹن میں' محض نمود ہے، نمائش ہے۔

شکوۂ عید کا منکر نہیں ہوں میں لیکن
قبول ِ حق ہیں فقط مردِ حر کی تکبیریں

محمد عمر فاروق

یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا؟

ملائشیا کے وزیر اعظم مہاتیر محمد بجا طور پر حیران ہیں کہ اسرائیل اور امریکہ کے "مہذب" عقلمندوں اور دانشمندوں کو وہ بات کیوں سمجھ میں نہیں آ رہی، جسے فلسطین کے "غیر مہذب" اور کھلنڈرے نوجوانوں نے بڑی آسانی سے سمجھ لیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ بات، ہے ہی جنوں کی، عقل کو جس کے مقابل آنے کی جرأت کہاں؟

مہاتیر محمد نے اسرائیل کے اندر جا کر خودکش حملہ کرنے والے فلسطینی نوجوانوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ "لوگ اپنے جسموں سے تفریحاً بم نہیں باندھتے، آخر وہ کیا وجوہ ہیں جو انہیں اس عمل پر آمادہ کرتی ہیں"۔ فلسطینی مسلمان آج جن خوفناک عذابوں سے گزر رہے ہیں' اس کی بنیادیں ماضی کی تاریخ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے یہود کو جزیرۃ العرب سے نکالنے کا جو الہامی حکم صادر فرمایا تھا۔ آج اس کی صداقت واضح ہو چکی ہے۔ بیت المقدس کی آزادی کے لیے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اور نور الدین زنگیؒ کی مجاہدانہ یلغاریں اسی حکمِ رسول ﷺ کی بجا آوری ہی کی بالواسطہ عملی تکمیل تھیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہودیوں نے صلح وصفائی کی بجائے ہمیشہ منافقت اور ڈھٹائی سے کام لیا ہے۔ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے دولت پانی کی طرح بہائی اور جہاں لالچ وتحریص سے کام نہیں نکل سکا، وہاں ظلم وجبر کے ذریعے مسلمانوں کے لہو سے ہولی کھیلی۔ یاسر عرفات نے یہودی ہتھکنڈوں کے نرغے میں آ کر جہاد سے ہاتھ کھینچا، مذاکرات کی میز پر بیٹھے اور نتیجہ یہ کہ فلسطینیوں میں مقبولیت کھوئی، یہودیوں کو سنبھلنے کا موقع دیا اور اب ارضِ فلسطین لہولہان ہے اور قبلہ اوّل اب تک کسی ایوبیؒ کی راہ دیکھ رہا ہے۔

خودکش حملے انہی حالات کا ردِ عمل ہیں۔ جب اہلِ ایمان پر کفر کی یلغار ہو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت جرم قرار دی جائے اور خودداری سے جینا قیامت ہو جائے، تو پھر ایمان اور غیرت اپنا حق مانگتے ہیں۔ غیرت وحمیت کے متوالوں کی راہ نما پھر عقل نہیں، جوشِ جنوں ہوا کرتا ہے۔ اتنی سی بات جسے فلسطینیوں نے سمجھ لیا ہے، امریکہ واسرائیل کو سمجھ میں آئے' تو کیوں کر آئے؟ وہ جن کی اکثریت اپنے والد کے نام سے ہی آشنا نہیں، وہ جو اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے لیے ان کے بوائے فرینڈز خود تلاش کرتے اور اس پر فخر کرتے ہیں، وہ جنہیں خمر وخنزیر، ڈانس، اختلاط اور جنسی ہوسناکی سے پرے کچھ دکھائی نہ دیتا ہو۔ وہ کہ دولت جن کی دیوی، جنسیات جن کی کتابِ زندگی اور ظلم وسفاکی جن کا منشورِ عمل ہو، وہ عزت، غیرت، ایمان اور اخلاص جیسی مقدس اقدار کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ اور ان انمول ایمانی جواہر کی پاسبانی کے لیے جان لٹا دینے والوں کے جذبہ وجنوں کا احاطہ ان کی عقل ودانش کیسے کر سکتی ہے؟

پاکستان میں قانونِ توہینِ رسالت کا خاتمہ، یورپ و امریکہ کے مطالبات میں سرفہرست رہا ہے۔ خود جن کے معاشروں میں عام انسانی رشتوں کے تقدس ہی کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کے نزدیک پیغمبر اسلام ﷺ کے ناموس کے تحفظ کے لیے قانون کا نفاذ واقعی باعثِ حیرت ہوسکتا ہے۔ (یہ الگ بات ہے کہ ان کے اپنے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین پر قانون موجود ہے) اگر توہین رسالت ہی کے پہلو کو لیا جائے تو سچ یہ ہے کہ امریکی، صیہونی اور مغربی سامراج پر یہ حقیقت واضح ہے کہ گناہگار سے گناہگار مسلمان بھی سرمایۂ کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے دیوانہ وار محبت کو اپنی نجات کا ضامن سمجھتا ہے اور مسلمانوں کی اس والہانہ محبت اور دیوانگی کو مٹانے کے لیے عصر حاضر کے شیاطین اور ابلیس متفکر ہیں۔ کیونکہ وہ اسی عشق و جنوں کو اپنا سب سے بڑا دشمن خیال کرتے ہیں اور وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس آشفتہ سری کے بغیر مسلمانوں کو ایمان سے تہی دامن کرنا ناممکن ہے۔ اسی لیے فرنگیوں نے متحدہ ہندوستان میں آنجہانی مرزا غلام قادیانی کی نبوتِ کاذبہ کا کھڑاگ رچایا تھا۔ لیکن تب بھی اور اب بھی ان کا یہ خام خیال حقیقت کی منزل تک نہیں پہنچ سکا۔ کیونکہ مسلمانوں کی نبی کریم علیہ السلام سے اسی وارفتگی اور دیوانگی کی حد تک محبت اور وابستگی نے ہی کفر کی راہیں روک رکھی ہیں۔ یہی وہ دیوانہ پن ہے جو فلسطین کے نوخیز بچوں کو نسل در نسل ظلم و تشدد کے تمام جاں سوز اور عذاب ناک مراحل سہنے کی قوت بخشا چلا آرہا ہے کہ خاک و خون میں لتھڑ کر بھی ان معصوموں کے حلقوم سے **لا الـٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی ملکوتی و سرمدی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

مہاتیر محمد نے سچ کہا ہے کہ "لوگ تفریحاً اپنے جسموں سے بم نہیں باندھتے' سوچنا چاہیے کہ آخر وہ کیا وجوہ ہیں جو انہیں اس عمل پر آمادہ کرتی ہیں۔" یہ وجوہات عالمِ کفر کو بالآخر ضرور تلاش کرنا پڑیں گی۔ اسے ان تلخ حقائق کے ادراک کا ضرور سامنا کرنا پڑے گا۔ جنہیں آج وہ دہشت گردی سے منسوب کر کے امت مسلمہ کو نابود کرنے کے درپے ہوگیا ہے۔ خیال رہے کہ ظلم و درندگی کی کمزور بنیادوں پر تعمیر کی گئی عمارت ایک نہ ایک دن ضرور زمیں بوس ہوجایا کرتی ہے۔ اور ان کے ساتھ ہی اس کے مکین بھی حرفِ غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹ جایا کرتے ہیں۔ لیکن خونِ بے گناہی تو رنگ لاکر ہی رہتا ہے اور ایمان و ایقان کے خمیر میں گندھا ہوا جوش و جنوں، سیل بے پناہ بن کر کفر کو اس کی آلائشوں سمیت بہا کرلے جاتا ہے۔ فلسطینی سرمستوں کی یہ جنوں خیزیاں کفریہ طاقتوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔ کیا ان کے لیے افغان دلاوروں کا لافانی کردار باعثِ سبق نہیں کہ ان بوریا نشینوں کے جذب و جنوں نے ہی عالمی سپر پاور سوویت یونین روس کے آہنی وجود کو کرچی کرچی کر ڈالا۔ آج امریکہ کو واحد عالمی قوت ہونے کا غرور ہے۔ مگر وہ وقت دور نہیں کہ جب اس کی فرعونیت بھی خاک نشینوں کی ایک بے نیازانہ ٹھوکر سے خاک میں مل جائے، کیونکہ

در و دیوار دیوانوں کا رستہ چھوڑ دیتے ہیں
ہمیشہ کو جنوں مجبورِ زنداں ہو نہیں سکتا

محمد عابد مسعود ڈوگر

ہوس کے قیدی، لاشوں کے سوداگر

جناب عابد مسعود نے زیرِ نظر تحریر میں بہت سے تلخ حقائق کی نقاب کشائی کی ہے۔ اسے پڑھ کر ہماری طرح قارئین کو بھی حیرت ہوگی۔ عابد مسعود درونِ خانہ کے آدمی ہیں اور وہ اپنی پیش کردہ معلومات کے خود ذمہ دار ہیں۔ ہم اس تحریر کو نقطۂ نظر کے طور پر شائع کر رہے ہیں۔ ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔ اگر کوئی صاحب اس عنوان پر اظہارِ خیال کرنا چاہیں تو ہمارے صفحات حاضر ہیں۔ (مدیر)

یکم جنوری ۲۰۰۳ء کو روزنامہ ''اسلام'' کے رنگین ایڈیشن میں جناب ابن الحسن عباسی کا ایک اہم مضمون ''پاکستان کا قیدی'' شائع ہوا۔ روزنامہ ''اسلام'' نے اگرچہ چند روز بعد اس مضمون کی اشاعت پر باقاعدہ اور قدرے طویل معذرت کر لی۔ مگر جاننے والے جانتے ہیں، اس مضمون کی اشاعت اور اس کے بعد ہونے والی معذرت دونوں ایک ہی وقت میں طے کئے جانے والے دو علیحدہ علیحدہ کام تھے۔ ہمارے دینی اداروں میں بزرگانِ دین کی ایسی علمی کمزوریوں یا غلطیوں کو بڑی آسانی سے ''تسامح'' کا نام دے کر دبا دیا جاتا ہے اور یہ لفظ اتنے زوردار طریقے سے طالب علموں کے سامنے دہرایا جاتا ہے کہ سننے والوں کا دھیان غلطی سے زیادہ اس لفظ کی طرف ہو کر رہ جاتا ہے۔ ہمیں روزنامہ ''اسلام'' کے اصحاب ''حل و عقد'' کی اس حرکت پر جگر مرادآبادی کا شعر یاد آ گیا ہے

پینا بغیر اِذن کے کب تھی یہ مجال
در پردہ چشمِ یار کی شہ پاکے پی گیا

پاکستان میں قائم ہو کر ارد گرد کے ممالک میں جہاد کرنے والی مختلف عسکری تنظیموں کی ساخت، شانِ نزول اور طریقۂ کار بلکہ طریقۂ واردات کے بارے میں کافی عرصہ سے کئی باتیں ہمارے قلم کی نوک پر آ گے رہ جاتی ہیں۔ دل میں بار بار یہ خیال اٹھتا تھا کہ رکھ رکھاؤ بھی تو کسی چیز کا نام ہے۔ ہر دفعہ اس فقرے کی لوری دے کر ہم اپنی اس ننھی سی ذمہ داری کو سلا دیا کرتے تھے۔ اب جبکہ ''بڑی اماں'' نے خود ہی گھر کی ساری باتیں بیچ چوراہے کے اونچی اونچی آواز میں سب کو بتانا شروع کر دی ہیں تو ہم سے رہا نہیں گیا۔ اگرچہ یہ ''بڑی بی'' بعد میں فرداً فرداً سب کو یہ بتانا شروع کر دے کہ بڑھاپے کی وجہ سے اعصاب کمزور ہو چکے ہیں۔ اپنے آپ پر کنٹرول نہیں رہتا۔ غصے میں آ کر جانے اس دن میں کیا کیا غلط سلط بک گئی

'میرے بچے تو ایسے نہیں۔ وہ تو بہت 'پیے'' ہیں۔ کیا کریں دینی حلقوں سے وابستہ اور ''انہے واہ'' وابستہ لوگ تو اس کو تسامح کہہ کے نظرانداز کر دیں گے مگر آج کچھ درد میرے سینے میں سوا ہوتا ہے......

۱۹۷۹ء میں سوویت یونین نے اپنے سرخ پنجے افغانستان میں گاڑے اور انتہائی خوفناک انداز میں گرم پانیوں سے اپنی پیاس بجھانے کے لیے پاکستان کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ پاکستان میں ضیاء الحق مارشل لاء کو آئے ہوئے ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے تھے کہ اس نے سرخ ریچھ کے بڑھتے ہوئے پنجوں کو افغانستان میں ہی توڑنے اور اس کی کلائی مروڑنے کا فیصلہ کیا۔ اس سے پہلے کہ آئی ایس آئی افغانستان میں اپنا باضابطہ مشن شروع کرتی 'پاکستان سے چند درویشوں نے اپنے اوپر عائد ہونے والی اسلامی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے رختِ سفر باندھ لیا۔ افغانستان میں وہاں کے مقامی علماء اپنی بساط کے مطابق جہاد کا اعلان کر چکے تھے۔ یہ درویش Divinder Line کو روندتے ہوئے افغانستان جا پہنچے۔ میری مراد عجم کے ڈاکٹر عبداللہ عزامؒ، مولانا ارشاد احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء ہیں۔ ان سب لوگوں میں جہاد کی روح پھونکنے اور ان کو اس مشن کے لیے تیار کرنے والے جامعہ خیرالمدارس ملتان کے شیخ الحدیث مولانا محمد شریف کاشمیری قدس سرہ کے فرزند ارجمند مولوی محمد مسعود علوی کشمیری شہیدؒ تھے۔ مولانا ارشاد احمد' مولانا مسعود علوی کے شاگرد تھے۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میں مولانا محمد مسعود کشمیری شہید سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ بعد میں اپنے استاد کی جہادی فکر پر اپنی زندگی وقف کر دی اور تادمِ شہادت پوری استقامت کے ساتھ اس پر کاربند رہے۔ یہ وہ پہلی جماعت ہے جو برصغیر میں بالاکوٹ اور شاملی کے معرکوں کے بعد بحیثیت جماعت اپنے اوپر عائد ہونے والی عظیم ذمے داری سے سبکدوش ہونے کے لیے سب سے پہلے میدانِ عمل میں پہنچی۔ افغانستان جانے سے پہلے وہاں روسی فوجوں کے خلاف ہونے والی دھیمی دھیمی جدوجہد جو کہ آہستہ آہستہ مسلسل بڑھتی چلی جا رہی تھی' کے بارے میں پاکستان کے جید علماء سے باقاعدہ طور پر فتاویٰ طلب کئے۔ مولانا مفتی محمود نوراللہ مرقدہٗ کے باضابطہ اور علانیہ فتویٰ کے بعد یہ حضرات افغانستان میں ہونے والے جہاد میں شریک ہوئے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جس طرح ہندوستان کی تحریک آزادی میں برطانوی سامراج کے خلاف شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کا فتویٰ جہادِ آزادی کی بنیاد ہے۔ اسی طرح افغانستان میں روسی کیمونسٹ فوجوں کے خلاف ہونے والی جدوجہد کی بنیاد مولانا مفتی محمودؒ کا فتویٰ ہے۔ آہستہ آہستہ ان حضرات کے بار بار افغانستان آنے جانے اور دینی مدارس میں اپنے احباب سے ہونے والے رابطوں کے بعد پاکستان کے مدارس کی بڑی تعداد باقاعدہ طور پر افغان جہاد میں شامل ہوتی چلی گئی۔ یہ سارے لوگ امت کے بہترین لوگ تھے جنہوں نے بغیر کسی ہوس کے اپنی دینی ذمہ داری کو پورا کیا۔ بہت سے منزل پا گئے۔ کئی ایک معذور ہوئے۔ بہت سوں کے حصے میں غازی کی سعادت آئی۔ یہ سارے لوگ اپنے مقصد کی لگن میں بالکل سادہ اور مخلص تھے۔ اَسی کی دہائی کے اوائل میں جب یہ جدوجہد خاصی بڑھ چکی تو پاکستان کی

خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی باضابطہ طور پر اس میں شریک ہوئی۔ افواج پاکستان کی افغان جہاد میں شمولیت، جس بھی نوعیت کی ہو وہ پاکستان کے مفاد کے لیے تو ہو سکتی ہے لیکن ہم اسے اسلامی کہنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ کیونکہ "مہربانوں" کے رنگ میں آ جانے کے بعد یہ انتہائی صاف شفاف پانی سے بھرا تالاب چار پانچ دیہاتوں کے مشترکہ استعمال میں رہنے والا ایک گدلا جوہڑ بن گیا۔ جہادی رہنماؤں نے امداد کے نام پر بڑی بڑی رقمیں اور سہولیات "مہربانوں" کے ہی طفیل دیکھیں۔ غالباً اسی کی دہائی کے پہلے نصف کے آخر میں سی آئی اے نے اپنا مشن براستہ پاکستان افغانستان لانچ کرنا شروع کیا۔ تب تو بڑے کمانڈروں کے وارے نیارے ہو گئے۔ مخلص جہادی لوگ گرم چادر کی بُکل مارے اپنے کام میں مصروف رہے اور ہوس کے قیدی، لاشوں کے سوداگر پشاور، اسلام آباد، کوئٹہ، میران شاہ میں پر تعیش اور ٹھاٹھ باٹھ والی زندگی کے مزے لوٹتے رہے۔ لمبی لمبی گاڑیاں، فارن کرنسی اکاؤنٹ، ہر بڑے شہر میں رہائش کے لیے بنگلہ اور خدمت کے لیے نوکر چاکر ہر وقت ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ مہربانوں نے باہر سے آنے والی دھڑا دھڑ فوجی امداد کو افغانستان پہنچانے اور ٹھکانے لگانے دونوں کے بندوبست کئے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے "فلٹر" لگے ہوئے تھے، جن کو اپنی پسند کے مطابق ایڈجسٹ کیا جاتا تھا۔ مجاہدین کے ہاتھوں میں لہرانے والی گاڑیوں کی چابیاں اور انگلیوں کے پوروں پر نہ ختم ہونے والے نوٹوں کی گنتی تو وہ نعمت تھی جو ان "فلٹروں" سے پاس ہو کر ان تک پہنچتی تھی۔ جو کچھ بچ جاتا یا بچا لیا جاتا بلکہ روک لیا جاتا، وہ اس کے علاوہ ہے۔ اُس کی گنتی عقل کو چکرا دینے والا کام ہے۔ مجھ جیسے عام آدمی نہیں بلکہ بڑے بڑے حسابیوں، کتابیوں کی عقل اس قطار و شمار کو دیکھ کر جواب دے جائے گی۔ افغان جہاد کے بعد "تاجروں" نے نئی منڈیاں تلاش کر لیں۔ جہاد کشمیر کا نام کانوں میں پڑنے لگا، یہ وہ وقت تھا کہ جب روس افغانستان سے جا چکا، مجاہدین باہم دست و گریباں، افغانستان کو امریکی امداد کی سپلائی بند اور مہربان "کوڑیاں" پھینکنے میں خاصی مہارت حاصل کر چکے تھے۔ بلکہ یوں کہیے کوڑیاں اُن کے ہاتھوں کی اسیر ہو چکی تھیں۔ جب چاہتے، جہاں چاہتے بازی کو اپنی طرف پلٹا دیتے۔ مظفر آباد میں وہی رونقیں دیکھی جانے لگیں جو کبھی کوئٹہ، پشاور، میران شاہ کا مقدر تھیں۔ بہت سے نئے تاجر مارکیٹ کا چڑھاؤ دیکھ کر اچانک میدان میں سامنے آئے۔ اِن میں سے کئی ایسے تھے جنہوں نے جہادِ افغانستان کی گرد کو بھی نہیں چھوا تھا مگر پھر بھی اپنی تاریخ کے نوشتے میں کئی کئی شہداء کا مقدس نام لیے پھرتے تھے۔ پورے پاکستان میں جہادی کمانڈروں کی ائیر کنڈیشنڈ گاڑیاں برابر نظر آنے لگیں۔ تاجروں نے دلالوں کے ساتھ باقاعدہ منتھلیاں طے کر لیں۔ ۱۹۹۴ء میں دو مجاہد تنظیموں کے باہمی اشتراک سے قائم ہونے والی "حرکت الانصار" کے صرف ایک دھڑے کو ۳۵ لاکھ روپے ماہانہ ملتے تھے۔ بے تحاشا پیسے نے ضمیر کا گلا گھونٹ دیا۔ لاشوں کی سیاست کرنے والے ان تجار نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت ہی نہ کی کہ جن نوجوانوں کو ہم بلا مقصد اس آگ میں صرف اور صرف پیسے اور نام کے لیے جھونکتے چلے جا رہے ہیں۔ اُن کی بابت

کسی روز ہم سے سوال ہونا ہے اور سوال کرنے والا جواب پائے بغیر بھاگنے نہ دے گا۔ کیونکہ اس دن عدالت صرف اُسی کی ہوگی۔ کئی نوجوان ایسے ''تاریخی معرکوں'' میں شہید ہوئے، جن کا سرے سے وجود ہی نہ تھا۔ اہل حدیث مکتبہ فکر کے مشہور خطیب مولانا عبدالحفیظ فیصل آبادی کی ''داستانِ الم'' کوئی سنے تو جانے کہ تاریک راہوں میں بے مقصد مارے جانے والے جوان بیٹے کی موت کا دکھ کیا ہوتا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ پاکستان کے جیّد علماء نے اس غیر منظم اور بغیر کسی ایک شرعی امیر کی موجودگی کے جتھے بازی کو کیسے شرعی قرار دے دیا۔ طالبان کے آنے تک افغان جہاد کے ثمرات اس لیے ضائع ہوتے رہے کہ گیارہ سالہ طویل جہاد بغیر کسی ایک شرعی امیر کے ہوتا رہا۔ نتیجۃً اس معرکہ کے اختتام پر نبرد آزما قوتیں اقتدار کے حصول اور غنیمت کی تقسیم پر آپس میں الجھ پڑیں۔ پوری دنیا نے اس الجھن کا ڈرامہ دیکھا۔ خصوصاً مغرب میں بسنے والے مسلمانوں کو کئی تند و تیز طعنوں کا سامنا کرنا پڑا اور سب سے بڑھ کر کئی قیمتی جانیں بے مقصد ضائع ہوگئیں۔ یہی کچھ کشمیر میں ہو رہا ہے۔ جب تک ساری جہادی قوتیں جو کہ بزعم خویش جہاد کا فریضہ ادا کر رہی ہیں، ایک امیر پر متفق نہیں ہو جاتیں، کشمیر میں ہونے والی اس غیر منظم جد و جہد کو کس طرح جہاد کا نام دیا جا سکتا ہے۔ مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ مجاہدین کی باہمی خصومت اتنی زیادہ ہے کہ کئی دفعہ وہ بھارتی فوجیوں سے زیادہ اپنے معاصرین کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں۔ ہم اربابِ اقتدار اور اصحابِ علم سے مشترکہ طور پر یہ گزارش کریں گے کہ وہ اس دھندے کو بند کروانے کے لیے اپنا اپنا جائز اور قانونی کردار ادا کریں۔ معاملے کی سنگینی کا یہ عالم ہے کہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ دھندہ ''اُس بازار'' میں ہونے والے دھندے سے کہیں زیادہ قبیح اور شرمناک ہے۔ مولانا مسعود اظہر اور ان کی جماعت مستقل طور پر ایک کالم کی چیز ہے۔ یہ حضرت آج کل پاکستانی سیاست میں جوہر دکھلانے کے لیے بڑے بے تاب ہیں۔ ہماری کیا مجال کہ ''پاکستان کے امیر المومنین'' کے بارے میں کچھ کہہ سکیں۔ ماسوائے اس کے کہ اسلامی تعلیمات میں تو لاشوں کی سیاست کے قبیح دھندے کی گنجائش نہیں۔ آپ جمہوری تماشے کا حصہ بننے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ آپ کی آمد، اٹھان اور بیٹھک تا حال محلِ نظر ہے۔ اب تو خلافتوں کی اجازت دینے والے بھی شرمندہ ہوں گے۔ آپ کے لیے بہتر تھا کہ گولیوں، ٹافیوں کی دکان کھول لیتے۔ کم از کم اس جرم سے تو بچ جاتے۔ اس معاملے میں سب سے بڑی مجرم خود ''بڑی اماں'' ہیں، جنہوں نے اپنے اس راج دلارے کو اسلامیان پاکستان کے نجات دہندہ کے طور پر پیش کیا۔ ذرا اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کریں اور اپنے پرچوں میں ان سے برأت اور لاتعلقی اور سب سے بڑھ کر اس سلسلے میں ہونے والی تاریخی غفلت پر قوم سے معافی مانگیں۔ کیونکہ اہل تقویٰ کے لیے غلطی کے پتہ چل جانے کے بعد معذرت ہرگز بری چیز نہیں۔ اگر کوئی صاحب میری ان گزارشات کے جواب میں کچھ کہنا چاہیں تو مجھے خوشی ہوگی، بشرطیکہ دلیل سے بات کی جائے اور ٹھنڈے دل سے سنی بھی جائے۔

جانشین امیرِ شریعت سید ابوذر بخاریؒ

''شہیدِ تیغِ ابنِ سباء''

دامادِ رسول، امام مظلوم و شہید خلیفۂ راشد سیدنا عثمان بن عفان (سلام اللہ و رضوانہ علیہ)

ابنِ علیؓ کو حد سے بڑھایا نہ جائے گا
انسان کو خدا تو بنایا نہ جائے گا

کتنا بلند کیوں نہ ہو غیر نبیؑ مگر
پھر بھی نبیؐ سے اس کو ملایا نہ جائے گا

بنیاد لا الٰہ تو ہوتا ہے خود رسولؐ
نانے کی جا نواسہ بٹھایا نہ جائے گا

دراصل اہلِ بیت ہیں ازواجِ طاہرہؓ
اولاد کو تو ماں سے بڑھایا نہ جائے گا

اِک فرد حق پسند ہو، اُمت ہو کفر کوش؟
یہ کلمۂ نفاق پڑھایا نہ جائے گا

اصحابؓ فسق کیش ہوں، معصوم ہو حسینؓ؟
یہ زہر اہلِ حق سے تو کھایا نہ جائے گا

مجبور و بے قصور ہم، محصور و تشنہ کام
دامادِ مصطفیٰ کو ستایا نہ جائے گا

اب نائلہؓ کے بال بھی نوچے نہ جائیں گے
اور انگلیوں کا ہار بنایا نہ جائے گا

اب لاشۂ شہید کو بے گور و بے کفن
رکھ کر مکاں میں جشن منایا نہ جائے گا

عشاقِ تیغِ ابنِ سباء کو رہے خبر
عثمانؓ کا خوں اُن سے چھپایا نہ جائے گا

ہرگز کبھی بھی حضرتِ عثمانؓ کی لاش پر
اب تختِ اقتدار بچھایا نہ جائے گا

ماں جو خطا شعار تھی بیٹے کو کیا ہوا
یہ اجتہاد پھر سے چلایا نہ جائے گا

کونچیں جمل کی بصرہ میں کاٹی نہ جائیں گی
محمل بھی ''عائشہؓ'' کا گرایا نہ جائے گا

جن ظالموں نے لوٹ لی حرمتِ رسولؐ کی
''قہرِ خدا'' سے ان کو بچایا نہ جائے گا

پوچھیں گے جب رسولؐ ہی، غمگیں، بہ چشمِ تر
محشر میں پھر جواب بتایا نہ جائے گا

بیٹوں کے اس سلوک کا دفتر کھلے گا جب
پھر ماں کا احتجاج دبایا نہ جائے گا

بندش زباں پہ ہو کہ پہرے قلم پہ ہوں
یوں جوشِ انتقام بجھایا نہ جائے گا

نورِ نگاہِ سیّدہ ''ہندہ'' کا مرتبہ
کوئی بھی ہو کسی سے گھٹایا نہ جائے گا

واجب ہوا ہے، ہم پہ دفاعِ ''معاویہؓ''
دامن معاویہؓ کا چھڑایا نہ جائے گا

ابن سباء کی نسل بھی سن لے یہ داشگاف
نامِ معاویہؓ کو مٹایا نہ جائے گا

کٹتا ہے سر تو کٹ گرے، لیکن سبائیو!
پرچمِ معاویہؓ کا گرایا نہ جائے گا

''نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا''

سلام

بیادِ
شہداء ختم نبوت
۱۹۵۳ء

شورش کاشمیریؒ

وہ ایک پرچم رہے سلامت' اس اک نوا کو سلام پہنچے
حرم کی عزت پہ کٹنے والوں کے نقشِ پا کو سلام پہنچے
عروس لالہ بہار پر ہے' بہار کو تہنیت کا ہدیہ
چمن چمن پہ درود لازم' صبا صبا کو سلام پہنچے
شمریوں کو ستم مبارک' حسینیوں کی وفا کے قرباں
فقیرِ گوشہ نشین کا' خاکِ کربلا کو سلام پہنچے
نفس نفس برکتوں کے مخزن' قدم قدم رحمتوں کے چشمے
ہر ایک حلقہ بگوشِ سردارِ انبیا کو سلام پہنچے
زمینِ لاہور جن کے خوں سے' بہشت کو ماند کرچکی ہے
تمام خونیں کفن شہیدانِ باصفا کو سلام پہنچے
جو تیغ کی دھار چومتے ہیں' جو کوئے قاتل میں گھومتے ہیں
نثار جس پر قضا کے تیور' اس اک ادا کو سلام پہنچے
کچھ اس ادا سے لڑے مجاہد' خدا کی رحمت کو پیار آیا
بلالؓ و بوذرؓ کے ہم نشینانِ باوفا کو سلام پہنچے
جہاں بظاہر ہیں استراحت میں' پادشا ہے جہاں پنا ہے
اسی فضا میں درود گونجے' اس فضا کو سلام پہنچے
چلے چلو دوستو! کبھی تو زمانہ کروٹ ضرور لے گا
خجستہ پا رہروؤں کا ہر ایک بے نوا کو سلام پہنچے
وہ ایک کشتی جو قعرِ دریا میں ڈوبتی تھی پکار اٹھی
بلا کشانِ غریب ساحل کا ناخدا کو سلام پہنچے
سلگ رہے ہیں گلاب و لالہ خطیب اعظم☆ کے زمزموں سے
ہمارا اس باوقار و بے باک رہنما کو سلام پہنچے

(☆ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ)

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شہدائے ختم نبوت

سلام اُن پر کہ میرِ کارواں تھے
سلام اُن پر کہ پیرِ عارفاں تھے
سلام اُن پر، نبی کے عاشقاں تھے
سلام اُن پر قتیلِ فاسقاں تھے
سلام اُن پر عدوِ کاذباں تھے
سلام اُن پر کہ حق کے پاسباں تھے
سلام اُن پر کہ وہ برق تپاں تھے
سلام اُن پر کہ وہ شعلہ فشاں تھے
سلام اُن پر شہادت جن کی منزل
سلام اُن پر جو مر کے جاوداں تھے
سلام اُن پر کہ وہ جانِ جہاں تھے
سلام اُن پر شہادت میں جہاں تھے
سلام اُن پر جو قاتلِ اعظمؐ کے مقابل
سلام اُن پر، نہتے ناتواں تھے

(مارچ ۱۹۸۸ء)

☆ ڈائریکٹر ثانی جنرل اعظم خان

مارچ ۱۹۵۳ء میں مجلس احرار اسلام کی برپا کردہ
مقدس تحریکِ تحفظِ ختم نبوت کے

شہیدوں کو سلام

سلام ان حق شناسوں، حق آگاہوں، حق پژوہوں کو جنہوں نے جنگِ یمامہ میں شہید ہونے والے حق پرست صحابۂ رسول علیہم السلام کی ابدی سنت تازہ کی۔

سلام ان وفا کیشوں کو، جنہوں نے محبتِ رسول میں سرمست و سرشار ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منصبِ ختم نبوت کی حفاظت میں اپنی کڑیل جوانیوں کے نذرانے پیش کیے۔

سلام اُن ابد بجاں جیالوں کو، جنہوں نے پاکستان کے طول و عرض میں خونِ دل دے کر محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا چراغ جلایا۔

سلام اُن رہروانِ جادۂ ابدی کو، جو فنا کے گھاٹ اُتر کر بقاء دوام پا گئے۔

سلام اُن جری اور جیالوں کو، جن کی پامردی واستقلال اور ایثار وشہادت نے جبر واستبداد اور مکر وارتداد کے بندوں کو خونِ وفا کی جھیل میں ہمیشہ کے لیے غرق کر دیا۔

سلام خوددار ماؤں کے ان سپوتوں کو، جن کی انمول قربانیوں نے مرزائیت کے تمرّد کو ذلّت ورسوائی کے گڑھے میں دفن کر دیا۔

سلام، صد ہزار سلام، ان مقدس روحوں کو، جو آج بھی پکار پکار کے کہہ رہی ہیں

کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست

آزاد ملتانی

مجھے پہلے سے خبر تھی

مجھے پہلے سے خبر تھی
کہ مجھے اک روز دنیا میں آنا ہے
اور دنیا......
کہ جہاں دکھوں کے سوا کچھ بھی نہیں
اس دنیا میں گوتم بھی آیا تھا
مگر گوتم کو گئے زمانے بیت گئے ہیں
دکھوں سے بھری یہ دنیا
پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے
مجھے پہلے سے خبر تھی
کہ انسان جنگ لڑتے ہیں
ایک دوسرے پر بہت ظلم کرتے ہیں
زندگیاں مشکل بناتے ہیں
مجھے پہلے سے خبر تھی
انقلاب ایک خواہش کا نام ہے
زمیں کسی انقلاب سے بے نیاز گھومتی رہتی ہے
بغاوت سے بے نیاز ہو کر
خون اپنے اندر جذب کرتی رہتی ہے
مجھے پہلے سے خبر تھی
زمیں کو سنائی نہیں دیتا
کسی حاکم کی طرح، کسی ظالم کی طرح
امریکی فوج کی طرح
جو لوگوں کا سکوں برباد کرتی ہے
پرامن رستوں کو فتح کرتی جاتی ہے
امریکی صدر پوری دنیا پر حاکمیت کی خواہش رکھتا ہے
لیکن وہ نہیں جانتا
یہ خواب بارہا دیکھا گیا ہے
دنیا کو فتح کرنے والے
بارہا......دنیا کے سفر کو نکلے ہیں
زمیں خاموش رہتی ہے
مجھے پہلے سے خبر تھی
بہت سے ظلم سہنے پر بھی
خاموش رہتی ہے
اور دیکھتی ہے آسمانوں کی طرف
مجھے پہلے سے خبر تھی
زمیں حساب رکھتی ہے
کس نے کتنا ظلم کیا ہے
اور کس پر کتنا ظلم ہوا ہے
ایک روز
یوم حساب آئے گا
دربار لگے گا
اور حساب ہو گا
انصاف ہو گا
زمیں جانتی ہے
اور تمام راز اپنے سینے میں لیے گھومتی رہتی ہے
زمیں اک دن بول اٹھے گی
شاید کسی کو اس کی خبر ہو
کہ زمیں کب بولے گی؟
کب دربار لگے گا؟
کب یوم حساب آئے گا؟
کب انصاف ملے گا؟
مجھے اس کی خبر نہیں
شاید کسی کو اس کی خبر نہیں

شفقت رسول مرزا

زمیں ہم سے یہ کہتی ہے

زمیں ہم سے یہ کہتی ہے
ہزاروں سال سے
مری آغوش میں ذرے
تاریکی کی چوکھٹ پہ سلگتے ہیں
مگر آکاش سے
کوئی کرنوں کا شاہزادہ
انہیں چھونے نہیں آیا
وہ کالی رات کی ناگن
جسے تم نے
گھروں کی بالکونی میں سلایا ہے
راہوں پہ بٹھایا ہے
اُسی کا زہر ہے جس نے
تمہاری آنکھ کی بینائی
دل کے اُجالے چوس ڈالے ہیں

تمہاری روح کا شیشہ
تمہارے پھول سے رخسار ولب
تمہارا چاند سا ماتھا
ید بیضا
سبھی کے رنگ کالے ہیں
سبھی کے نقش مدھم ہیں
مگر یہ کون سمجھائے؟
تمہیں پاگل
کہ تم اپنے ہنر سے
مری آغوش سے چمٹے سبھی ذرے
ستارے، چاند اور سورج
بنا ڈالو
اسی میں مات ہے شب کی
اسی میں جیت ہے سب کی

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

سانوں کیچپ نئیں ملدی

تیرے مکھڑے تے تل ماہیا
میں کیمرہ لے آواں
توں ایتھوں نہ ہل ماہیا

....

پنڈ دی کھنڈ ہووے
ہتھ وچ اک کھونڈی
اُتّے پیار دی پنڈ ہووے

....

گھر پروہنے آئے ہوئے نے
تیرے جِنّے وی خط آئے
اَسی سینے نال لائے ہوئے نے

....

حُقّہ چھکّیا اے دَم لا کے
روٹی سانوں ملدی اے
پیڑھی تھلّے بم لا کے

....

کی کہنا ایں توں سجناں
اَسی مردے مر جاواں گے
پر ناں نوں تیرے کجناں

سونے دا کِل ماہیا
میں ناول پڑھنی آں
توں ٹینڈے چھِل ماہیا

....

ہَتھ وِچ اک تسبیح
اُتے پگّڑ تے لمبا چوغا
جمعراتیا ہے کسبی

....

مُکھڑا چَن ورگا
سانوں کیچپ نئیں ملدی
توں بیٹھا کھا چرغا

....

گلاب دا پھُل سوہنا
اک پَل دا دھوکا اے
توں ایناں نہ ڈُل سوہنا

....

باغاں دی چھاں ہووے
جنت وچ ویکھی اے
جیویں میری ماں ہووے

پروفیسر خالد شبیر احمد

احرار اور مسلم لیگ کا فکری ٹکراؤ

میر ظفر اللہ خان جمالی کے سر پر ہُما کیا بیٹھا کہ ہمہ ہمی کا شکار ہو کر کچھ بہما سے گئے ہیں۔ مجلس عمل والوں کو مخا طب کر کے کہتے ہیں کہ ''یا دین کی بات کر دیا سیاست کی'' گویا وزیر اعظم کے نقطہ نگاہ کے مطابق دین و سیاست جدا جدا ہیں اور دین کی بات کرنے والا ان کے نزدیک سیاست کی بات نہیں کر سکتا۔ دین و سیاست میں دوئی کا تصور یورپی مفکر میکیا دلی نے پیش کیا تھا۔ جو مسلم لیگ والوں نے پہلے دن سے ہی اپنا رکھا ہے۔ انہوں نے جب ۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ کے اندر مسلم لیگ کی داغ بیل ڈالی تھی تو اسی یورپی تصور کو اپنی جماعت کا ''ماٹو'' قرار دیکر انگریزوں کی اطاعت کو اپنا نصب العین بنا یا تھا۔ لہذا وزیر اعظم بنتے ہی اگر جمالی صاحب کے جسم اطہر میں میکا ولی کی روح سرائیت کر آئی ہے تو یہ کوئی اچھنبے اور حیرانی کی بات نہیں ہے۔ ''ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد'' کی مصداق جو بھی مسلم لیگ میں شامل ہوگا۔ یہی بولی بولنے لگ جا ئے گا۔ ایسی ہی بے سرو پا باتیں کرے گا کہ لیگیوں کا تعلق عملی میدان میں علامہ اقبال سے نہیں ہے بلکہ میکا ولی سے ہے۔ میکا ولی کا یہ فلسفہ بڑی کوشش اور محنت سے درآمد کیا ہے اور اسی تصور سیاست کی آبیاری کرتے انہیں تقریباً ایک صدی گزر چکی ہے۔ زمانہ کہاں سے کہاں چلا گیا لیکن انگریز سے وفاداری کی صفت ان مسلم لیگیوں کے خون میں رچ بس سی گئی ہے اور یہ سب اس خون کا کیا دھرا ہے کہ ایسے مکروہ اور خلاف اسلام خیالات کا اظہار وہ اکثر کرتے رہتے ہیں۔ اب اگر ہم انہیں جواب میں یہ کہیں کہ حضرت، فراڈ اور سیاست ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں تو دین اور سیاست کیوں نہیں تو اس کا ان کے پاس کیا جواب ہے۔ وزیر اعظم صاحب یہ چاہتے ہیں کہ دین والے صرف دین کی باتیں کریں، مسجدیں آباد کریں، نماز، روزے کی تلقین کریں، تا کہ مسلم لیگ والے بلا شرکت غیرے بڑے آرام سے ملک پر حکومت کر سکیں۔ وزیر اعظم نے اپنی اسی تقریر میں یہ بھی کہا کہ ''تم دین والے کوئی اسلام کے ٹھیکیدار نہیں ہو ہر مسلمان اس کا ٹھیکیدار ہے اور ہم بھی مسلمان ہیں۔ اور ہمارا بھی اسلام سے ہی تعلق ہے۔'' مجلس عمل والوں کو اسلام کے ٹھیکیداری کے طعنے کا یہاں کیا جواز ہے اس کا علم تو شاید انہی کو ہوگا بظاہر تو یہاں اسکا کوئی جواز نہیں ہے۔ ویسے بھی اسلام اور ٹھیکیداری آپس میں متضاد ہیں، اسلام بے ایما نی سے بچنے کی تلقین کرتا ہے جبکہ ٹھیکیداری کا بے ایمانی سے گہرا تعلق ہے۔ ٹھیکیداری تو بھنگ، چرس، افیون اور شراب کی بھی ہوتی ہے جبکہ یہ سب کچھ اسلام میں حرام ہے۔ دراصل مسئلہ اسلام کی ٹھیکیداری کا نہیں بلکہ حکومت کی ٹھیکیداری کا ہے۔ مسلم لیگ ق نے جنرل مشرف سے حکومت کرنے کا ٹھیکہ بڑے مہنگے داموں لیا ہے۔ انہیں اس ٹھیکے کے لیے بڑی بھاری قیمت

ادا کرنا پڑی ہے۔اس ٹھیکے کے لیے انہوں نے لیگی روایات کے عین مطابق امریکہ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالا۔ یہ کام تو خیر مسلم لیگ کے لیے کوئی اتنا مشکل کام نہیں تھا۔ پہلے انگریزوں کی اطاعت اور تابعداری ان کا نصب العین تھا۔اب برطانیہ کی جگہ امریکہ کی غلامی پر انہیں کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔البتہ ''لیگل فریم آرڈر'' کی بیڑیاں پاؤں میں ڈالنا اُن کی بہت بڑی قربانی ہے۔ پھر نیشنل سیکورٹی کونسل (جس کے سیکرٹری جنرل طارق عزیز قادیانی مقرر ہوگئے ہیں) کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ پھر اٹھاون بی (58-B) کی ترمیم کی لٹکتی تلوار کے سائے میں حکومت کرنا بھی دل گردے کا کام ہے۔ یہ تمام کام کوئی اتنے آسان نہیں تھے مگر آدمی ارادہ کرلے تو ہر مشکل کام بھی آسان ہوجاتا ہے۔پھر مسلم لیگ والے تو ابتدا سے ہی مشکل کام کرنے کے عادی ہوگئے ہیں۔ یہ لوگ بڑے بہادر اور جفاکش ہیں۔انہوں نے پورے سات روز تک خضر حیات کے خلاف تحریک سول نافرمانی چلائی تھی اور یہ اُسی تحریک کا نتیجہ تھا کہ خضر حیات کو پنجاب کی وزارت اعلیٰ سے استعفیٰ دینا پڑا اور اس طرح پاکستان بننے کی راہ صاف ہوئی۔مسلم لیگ کی پوری سیاسی تاریخ میں صرف ایک ہی اکلوتی سول نافرمانی تحریک ہے۔اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ ہاں البتہ مصیبت کے وقت جماعت چھوڑ کر دوسری جماعت میں چلے جانے سے پوری تاریخ بھری پڑی ہے۔اپنی جماعت کو چھوڑ کر کسی ایسی جماعت میں شامل ہونا' جو اقتدار میں ہو یا پھر جس کا اقتدار میں آنے کا امکان ہو۔ یہ کوئی اتنا آسان کام نہیں ہے' ایک مشکل کام ہے۔لیکن ہمارے لیگی رہنما یہ مشکل کام بڑی آسانی سے سرانجام دیتے رہے ہیں۔پاکستان کے اندر جب پہلی حزب اختلاف بنی تو اس میں بھی مسلم لیگی رہنما شامل ہوگئے تھے۔ پھر ڈاکٹر خان صاحب نے جب ''ری پبلکن پارٹی'' تشکیل دی تو ساری مسلم لیگ اس میں شامل ہوگئی تھی۔ یہ تو خیر پرانی باتیں ہیں' انہیں چھوڑیئے! تازہ بات کریں۔نواز شریف کو اس وقت چھوڑنا کتنا مشکل کام تھا۔ جب وہ فوجی حکومت کے زیر عتاب آگئے۔لیکن یہ مشکل کام مسلم لیگیوں نے کتنی شجاعت اور بہادری سے سرانجام دیا۔ق لیگ کے سربراہ شجاعت حسین کا نام گھر والوں نے ایسے ہی نہیں شجاعت رکھ دیا تھا۔اس میدان میں وہ واقعہ ہی شجاع ہیں۔ان کی غیرت اور جماعتی حمیت کو داد دینا پڑتی ہے۔ جب تک نواز شریف اقتدار پہ رہا۔اُس کے یمین و یسار میں ہنہناتے رہے۔لیکن جیسے ہی وہ زیر عتاب آیا' سب جھوڑ چھاڑ کر جنرل مشرف کی ناک کا بال ہوگئے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا بلکہ مشکل کام تھا لیکن لیگی حضرات ایسے مشکل کام بڑی صفائی ،خوبصورتی اور بہادری سے سرانجام دیتے ہیں۔ ویسے بھی ان حضرات کا خمیر ایسی مٹی سے اٹھایا گیا ہے جو مٹی عقل مند لوگوں کے لیے سپیشل آرڈر پر تیار کی جاتی ہے اور عقل مند لوگ کہتے ہیں کہ کسی تیرانداز کے تیروں سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسکی بغل میں کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ ''ق'' والوں نے یہی کیا اور ہر طرح کی ابتلاء سے محفوظ ہوگئے لیکن یہ کام بھی کوئی اتنا آسان کام نہیں ہے۔کوئی شریف ،غیرت مند اور بااصول آدمی ایسا کرکے دکھائے تو جانیں۔اب یہ تمام لیگی نہ صرف محفوظ ہوگئے ہیں بلکہ پالتو حکومت کی

باگ ڈور بھی ان کے ہاتھ میں آ گئی ہے اور ڈور ہاتھ میں آتے ہیں اندازِ گفتگو بھی تبدیل ہوگیا ہے۔ لہٰذا دین والوں کو وزیر اعظم کے اس بیان پر پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنا کام کرتے رہنا چاہیے:

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہٰ الا اللہ
یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لاالہٰ الا اللہ

احرار اور مسلم لیگ کی آپس میں نہ بن پائی تو اس کی بھی بنیادی وجہ یہی ہے کہ مجلس احرار اسلام دین کی ترجمان جماعت ہے۔ جس کی ساری سیاست دین کے تابع ہے جبکہ مسلم لیگ بے دین سیاست دانوں کی ایک بھیڑ ہے جو خانہ بدوشوں کی طرح سیاست کی وادی میں ادھر ادھر ہمیشہ بھٹکتی رہتی ہے۔ جدھر سے، جہاں سے انہیں کچھ مل جائے یا پھر ملنے کی توقع ہو جائے اُدھر کو لڑھک جاتے ہیں۔ کئی جگہوں پر قیام کرتے ہیں لیکن ان کا ہر قیام عارضی نوعیت کا ہوتا ہے اور دیکھا جائے تو بے دین سیاست کے یہی برگ و بار ہیں۔ مسلم لیگیوں کی تمام تر سیاست جذبۂ محرکہ مفادات ہیں۔ جہاں سے مل جائیں، جس طرح مل جائیں۔ جبکہ مجلس احرار اسلام کی تمام تر سیاست کا جذبۂ محرکہ دین اسلام ہے۔ احرار نے جنگِ آزادی میں حصہ لیا تو وہ بھی اس لیے کہ اسلام میں غلامی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ احرار نے قادیانیوں کے محاسبے کا فریضہ بہ احسن ادا کیا تو اس کے پیچھے بھی دینی تعلیمات و تصریحات تھیں۔ احرار نے کشمیر میں سرفروشی و جانبازی کا مظاہرہ کیا تو وہ بھی دین کے تقاضوں کی تکمیل تھی۔ احرار نے کپورتھلہ کے مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے تحریک چلائی تو اس کے پیچھے بھی دینی جذبے کی ہی کارفرمائی تھی۔ اور اگر احرار پاکستان کے اندر حکومتِ الٰہیہ کے علم بردار ہیں تو وہ بھی اس لیے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک خدا کی دھرتی پر خدا کا نظام نافذ نہیں ہوگا' سکون، چین، امن، ترقی ممکن نہیں ہے اور اگر احرار سرمایہ پرستوں، امراء اور رؤسا کے خلاف صف آرا ہیں تو وہ بھی اس لیے کہ اسلام میں سرمایہ پرستوں کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام میں سرمایہ امانت ہے جس کا تصرف اسلام کے اصولوں کے مطابق اگر نہیں ہوتا تو پھر یہ سرمایہ معاشرے کے لیے زہر قاتل بن جاتا ہے۔

احرار اپنے یوم تاسیس سے لے کر آج تک اپنی اس بات پر بڑی شدت کے ساتھ قائم ہیں کہ ایسے نظام حکومت کی تردید میں اپنا زور صرف کر دیں گے جس میں نہ ہی تو غریب لوگوں کے مفادات کا تحفظ ہے اور نہ ہی خدا کی حاکمیت کا کوئی تصور ابھرتا ہے اور اگر دیکھا جائے تو احرار مسلم لیگ نزاع کا اصل سبب بھی احرار کا یہ سچا اور کھرا موقف ہے۔ جسے مسلم لیگ کا سرمایہ پرست مزاج قبول کرنے کو تیار نہیں۔ کیونکہ سرمایہ پرستوں کے وارے نیارے اسی نظام جمہوریت کی وجہ سے

ہیں جبکہ احرار اس بات پر سختی سے قائم ہیں کہ اسلام میں ملکیت اور سرمایہ خدا کی امانت ہے۔ وسائل دولت پر نہ کسی فردِ واحد کو تصرف حاصل ہے نہ کسی جماعت یا ادارے کو بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو۔ اسلام نے سیاست اور معیشت کے میدان میں واضح طور پر بنیادی اصولوں کی نشاندہی کر دی ہے جس کے تحت سیاست میں حقیقی حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے' مسلم لیگ کی نہیں۔ اسی طرح وسائل معیشت بھی اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں۔ علامہ اقبالؒ اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ ساز گار
خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے یہ نورِ آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھائی ہے خوئے انقلاب

....

یہ خدا یہ زمیں تیری نہیں تیری نہیں
تیرے آبا کی نہیں تیری نہیں میری نہیں

یہ ہے جمالی صاحب کی زبان سے ادا کردہ بیاں کے اس فلسفہ سیاست کا پس منظر کہ ''یا دین کی بات کر دیا سیاست کی۔'' سیاست سے اگر دین کو نکال دیا جائے تو سیاست دانوں کو سیاسی میدان میں ننگا ناچنے کی آزادی حاصل ہو جاتی ہے اور ننگے ناچ کا ہمارا سیاست دان عادی ہو چکا ہے۔ اس لیے ہمارا سیاست دان کہتا رہتا ہے کہ ''یا دین کی بات کر دیا سیاست کی'' لیکن ہمارا موقف اس کے برعکس ہے۔ جسے اقبالؒ نے بہت عرصہ پہلے کہہ دیا تھا: ؎

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

احرار کا سب سے بڑا ''قصور'' تحریکِ پاکستان کی مخالفت نہیں بلکہ وہ معاشرے کے اندر غریب طبقہ کی بہتر زندگی کا مطالبہ کرتے ہیں جو سرمایہ داروں کو نہ قیام پاکستان سے پہلے قبول تھا' نہ آج قبول ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے مسلم لیگ اور کانگریس دونوں جماعتیں بنیادی طور پر سرمایہ پرستوں کی جماعتیں تھیں۔ جن کا خمیر ایسی مٹی سے اٹھایا گیا تھا جس کا ایک ایک ذرہ سرمایہ داری کا مرہون منت ہے۔ کانگریس کو پنپنے کے لیے آب ودانہ ''برلا اور ٹاٹا'' جیسے سیٹھوں سے

میسر آتا تھا اور کانگریس کے پورے نظام پر پنڈتوں اور پروہتوں کا مکمل قبضہ تھا۔ وہ کسی ایسے افراد کو آگے لانے کے لیے تیار نہ تھے، جس کے تعلق کی ڈور غریب خاندان سے بندھی ہو۔ اسی طرح مسلم لیگ میں بھی بنیادی طور پر اسی قماش کے لوگ آ گئے تھے۔ جن کا تعلق مجموعی طور پر سرمایہ داروں کی مکروہ جماعت سے تھا۔ جن کی قابلیت، اہلیت اور صلاحیت کا حدود اربعہ سرمایہ کی حدود میں محدود ہو کے رہ گیا تھا۔ غرض یہ کہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی خوشحالی کے تصور سے بھی بدکتی تھیں اور یہی بات احرار کو وقت کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ اور کانگریس سے دور لے گئی۔ اگرچہ یہ دونوں جماعتیں احرار کے ایثار اور خلوص کی کمائی کھاتی ہیں۔ کانگریس تحریکِ آزادی کے محاذ پر احرار کی قوتِ کار کا کریڈٹ وصول کرتی رہی اور دینی محاذ پر جتنی تحریکیں احرار کے پلیٹ فارم سے ابھریں، اس کا کریڈٹ مسلم لیگ وصول کرتی رہی۔ لیکن دونوں جماعتوں کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ احرار کا مزاج، احرار کا فکر، احرار کا نصب العین، احرار کا طریقہ کار اُن کے لیے انتہائی مہلک ہے۔ کانگریس نے تو ایک موقعہ پر اکابرِ احرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور شیخ حسام الدینؒ سے صاف طور پر کہہ بھی دیا تھا اور کہنے والے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جنرل سیکرٹری مسٹر راج گوپال اچاریہ تھے کہ:

> ''مسلم لیگ سے ہماری لڑائی محض سیاسی حقوق کے تعین اور تقسیم کی ہے۔ اور اس کا بہر حال کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا لیکن احرار کی ہمنوائی ہمارے لیے خطرناک ہوگی۔ تم لوگ زندگی کے ہر پہلو میں ہم سے مختلف ہو۔ تمہارے لباس، تمہاری زبان، تمہارا نقطۂ نظر غرض یہ کہ ایک ایک چیز میں پاکستان موجود ہے۔ لہٰذا تم سے مصالحت کرنے کی بجائے مسلم لیگ سے مصالحت کر لیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ مفاہمت بعد میں ہوگئی۔ آج ہندوستان اور پاکستان کو علیحدہ علیحدہ ہوئے پچپن برسوں سے بھی اوپر ہو چکے ہیں لیکن غریب نہ ہی تو ہندوستان میں خوش ہیں اور نہ ہی پاکستان میں آسودہ حال۔ ان دونوں ملکوں کے اندر آج بھی وہی صورت حال ہے جو ان کے قیام سے پہلے تھی۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو اس سے بھی کہیں بدتر۔ کبھی کسی نے سوچا...... کہ ایسا کیوں ہے؟ محض اس لیے کہ دونوں ملکوں میں عنانِ حکومت مجموعی طور پر سرمایہ پرست لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ دونوں ملکوں کے اندر ''نظریہ انفرادیت'' کے تحت سارا نظمِ حکومت چلتا ہے اور جمہوریت اس نظریہ انفرادیت کے تحت قائم ہونے والے نظام کا سیاسی لازمہ ہے۔ جو کہنے کو تو عوام کی حکومت کہلاتی ہے لیکن دراصل سرمایہ داروں کے ہاتھ میں وہ تیغ کارزاری ہے جس کے ذریعے غریب اور مفلس انسانوں کی تمناؤں کا خون ہوتا ہے۔ یہ نظام حکومت انگریز کا عطا کردہ ایسا نظام حکومت ہے کہ جس میں غریب آدمی کی حالت نہ کبھی سدھری ہے اور نہ ہی اس کے سدھرنے کی کوئی

توقع ہے۔ یہ ایک خوبصورت اور دل آویز دھوکہ ہے جو برطانوی شاطر جاتے ہوئے ہمیں بطور ورثہ دے گئے ہیں۔ کہنے کو تو یہ عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے، عوام کی خاطر ہے لیکن جمہوریت کے اس کھیل کو اگر بغور دیکھا جائے تو یہ سرمایہ داروں کی حکومت، سرمایہ داروں کے مفاد کے لیے قائم ہوتی ہے۔ احرار اس نظام حکومت کے اس لیے خلاف ہیں کہ اس نظام کے تحت نہ ہی تو غریب لوگوں کے مسائل کا حل ممکن ہے اور نہ ہی خدا کی حاکمیت کے قیام کی کوئی صورت نظر آتی ہے ۔خود پاکستان کے آئین میں خدا کی حاکمیت کا اعلان اس لیے بے اثر ہو کے رہ گیا ہے کہ آئین میں خدا کی حاکمیت عوامی نمائندوں کے ذریعے قائم کی جانے کی شرط موجود ہے۔ اب اگر عوامی نمائندوں کا اپنا کاروبارِ زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق نہیں تو وہ اپنے ملک پر خدا کی حاکمیت کیا قائم کریں گے۔ بقول امیر شریعتؒ:

> ''جو لوگ اپنی ڈھائی من کی لاش اور چھے فٹ کے قد پر اسلام نہیں نافذ کر سکتے۔ جن کا اٹھنا بیٹھنا، لین دین، وضع قطع، قول قرار غرض یہ کہ زندگی کے معاملات کا کوئی حصہ اسلام کے مطابق نہیں۔ وہ ایک ملک پر اسلام کی حکومت کیا قائم کریں گے۔ یہ ایک فریب ہے اور ہم یہ فریب کھانے کے لیے تیار نہیں۔''

لہٰذا احرار سے استفسار کرنے والے ذرا اس تفصیل کو پڑھ کر مسلم لیگ سے بھی تو پوچھیں کہ انہوں نے ایسی حکمت عملی کیوں اختیار کر رکھی ہے کہ ایک غریب اور متوسط طبقے کا آدمی اور دین کا نام لینے والا شخص مسلم لیگ میں کوئی مقام و منصب حاصل نہیں کر سکتا۔ جبکہ بے دین اور سرمایہ پرست انسان کے لیے مسلم لیگ کے اندر پذیرائی کے دروازے خود بخود کھلتے چلے جاتے ہیں۔ احرار اور مسلم لیگ کا یہ فکری ٹکراؤ پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔ اور جب تک مسلم لیگ اپنے رویے اور اپنی اس حکمت عملی میں تبدیلی نہیں کرتی' احرار کا یہ فکری ٹکراؤ برقرار رہے گا:

وہ اپنی خُو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر ہو کے کیوں پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

عمر فاروق ہارڈ ویئر اینڈ مل سٹور

عمارتی و صنعتی سامان، ہارڈ ویئر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل
گورنمنٹ سے منظور شدہ کنڈے، باٹ و پیمانہ جات

صدر بازار، ڈیرہ غازی خان فون:0641-462483

مولانا مجاہد الحسینی

حلف نامہ

اراکینِ ایوان سے معذرت کے ساتھ......!

مولانا مجاہد الحسینی کا شمار قافلۂ احرار کی باقیات میں ہوتا ہے۔ وہ کہنہ مشق صحافی ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد، چودھری افضل حق اور مولانا ظفر علی خان کے اسلوبِ صحافت اور طرزِ نگارش کے اسیر و مداح ہیں۔ اُن کا شرف و سعادت یہ ہے کہ انہوں نے ان شخصیات کو دیکھا اور پڑھا ہے۔ ''الہلال''، ''مجاہد'' اور ''زمیندار'' کے فائل آج بھی اُن کی متاعِ عزیز ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد جن احرار نوجوانوں نے میدانِ صحافت میں کفر و ارتداد کو دعوت مبارزت دی اور پوری جرأت سے انہیں للکارا، مولانا اس جیش کے سرخیل تھے۔ احرار کے ترجمان روزنامہ ''آزاد'' اور روزنامہ ''نوائے پاکستان'' کے مدیر رہے۔ ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۱ء تک جانشین امیر شریعت حضرت سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر ادارت شائع ہونے والے ادبی، سیاسی اور تاریخی مجلہ سہ ماہی ''مستقبل'' کے رکن ادارہ اور ادبی تنظیم ''نادیۃ الادب الاسلامی'' کے ناظم رہے۔ عمر عزیز کی بہتر بہاریں پوری کرنے کے باوجود آج بھی تحریر کے میدان میں پوری توانائی کے ساتھ کھڑے ہیں۔

ان کی درج ذیل تحریر سہ ماہی ''مستقبل'' میں مئی ۱۹۵۱ء میں طنز و تفنن کے عنوان کے تحت شائع ہوئی۔ جو باون سال گزرنے کے باوجود آج بھی تر و تازہ ہے۔ وطن عزیز میں نصف صدی سے حکمران اور سیاست دان جو کچھ کرتے آئے ہیں اور جو کچھ آج ہو رہا ہے۔ اس تحریر کے آئینے میں اسے آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے۔ کتنا شفاف آئینہ ہے۔ پڑھیے اور سر دھنیے! (مدیر)

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر عہد کرتا ہوں کہ......!

میں اپنے ملک کے آئین کی خلاف ورزی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کروں گا اور غیر ملکی آئین کا پوری طرح پابند رہوں گا......!

میں اپنے ملک کی جڑوں کو کھودنے ......اور دوسرے ممالک کو مضبوط و مستحکم بنانے میں ہر ممکن قربانی کروں گا......!

میں بات، چیت میں ''اسلام''، ''اسلام'' پکار کر دہائی دوں گا......! لیکن......!

جب مجھے ''اسلام'' کا واسطہ دے کر پکارا جائے گا۔تو......! میں اس کی بالکل پروا نہیں کروں گا!

میں اس ملک میں ایک قیدی کی طرح زندگی بسر کروں گا......! میرا جب بھی بس چلے گا۔تو میں ملک کر تباہ و برباد کر کے اپنے اصلی ''وطن'' میں چلا جاؤں گا......! جہاں سے مجھے اس قسم کا پروگرام دیا گیا ہے......!

میں اپنے ملکی باشندوں کو ہر وقت باہمی تنازعات میں الجھائے رکھوں گا......! اور اگر وہ تھک کر چپ ہو جائیں گے......تو پھر میں جذبۂ منافرت کو ہوا دے کر طرح طرح کی باتوں پر اکساتا رہوں گا......!

ملک کے ایک سچے خیر خواہ کی طرح اپنے ملک کا روپیہ اس وقت تک برباد کرتا رہوں گا...... جب تک کہ ملک دیوالہ نہیں پٹ جاتا......!

ملک کے باشندوں (جن کی نمائندگی کرنے کے لیے یہاں حاضر ہوا ہوں) نے اگر مجھ سے ان چیزوں کا مطالبہ کیا جن کا میں ان سے وعدہ کر کے آیا ہوں تو میں اخباروں، پوسٹروں ......اور لمبے لمبے بیانات کے ذریعہ ملکی خطرات ......اور حالات کی نزاکت......کا موضوع چھیڑ کر انہیں خاموش کرا دوں گا......! اور اگر عرصہ گذر جانے کے بعد انہوں نے میرا ادب و احترام ملحوظ رکھ کر دبی آواز سے پھر مطالبہ کیا......! تو میں پہلے پہل......تقریروں کا ایسا سلسلہ شروع کر دوں گا جو کبھی ختم ہونے کا نام نہ لے گا اور اپنی ہر تقریر میں وہی بات کہوں گا جو میں نے اس سے پہلی تقریر میں کہی ہوگی......! نتیجہ کے طور پر یا تو لوگ......میری تقریر سننا چھوڑ دیں گے اور یہ کہہ کر مجھ سے مایوس ہو جائیں گے کہ......اب کہ تو یہ ہمارے ووٹوں سے کامیاب ہو گیا ہے......آئندہ دیکھیں گے یہ کس منہ سے ہمارے پاس ووٹ کی بھیک مانگنے کے لیے بار بار چکر کاٹے گا......!

میں اپنے ان ورکروں کی معرفت جو ان کی خفیہ اور اندرونی باتیں معلوم کرنے کے لیے میری طرف سے مامور ہیں ان کی اس گفتگو سے مطلع ہو جایا کروں گا......تو......میں قوم سے کیئے گئے وعدوں کی بعض شقوں کو ایوان (اسمبلی) کے مختلف اجلاسوں میں بطور بل پیش کر دیا کروں گا اور ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا کروں گا کہ ہمیں ایک ہزار سال کی غلامی کے بعد آزادی کی نعمت ملی ہے۔اب سارے کام آہستہ آہستہ ہی ہو سکتے ہیں ہمیں اپنے وعدوں کو پورا کرنے کے لیے کم از کم اتنی مہلت تو ملنی چاہیئے جتنا عرصہ ہم غلام رہے ہیں۔اس سے قوم کے جذبات سرد پڑ جایا کریں گے اور کچھ عرصہ کے لیے پھر میں قوم کی توجہ کا مرکز بن جاؤں گا......!

....

میں قسم کھا کر عہد کرتا ہوں کہ......میں بھول کر بھی ایسا کام نہیں کروں گا جس سے اپنے ملک کے باشندوں یا اپنی قوم کو کوئی فائدہ پہنچنے کی امید یا امکان ہو سکتا ہو......!

میری انتہائی کوشش ہوگی اور جب تک میرے دم میں دم ہے میں کسی نوجوان کو آگے بڑھ کر قوم کی خدمت کرنے

کا کوئی کا موقع نہیں دوں گا اور اگر وہ نوجوان کوئی میرا قریبی رشتہ دار یا عزیز ہے تو اس کے لیے میدان سازگار بنانے کے لیے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دوں گا۔

میری مسلسل جدوجہد اور پیہم مساعی کے طفیل یا تو وہ کسی خاص منصب پر فائز ہو جائے گا اور خدا نہ کرے! خدا نہ کرے، خدا نہ کرے! میری دوڑ دھوپ سے کوئی اس قسم کا نتیجہ برآمد نہ ہوا......تو......کم از کم ....غیر ممالک میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جانے والے طالب علموں میں اس کا نام ضرور شامل فہرست ہو جائے گا......میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ قوم اب کافی سمجھدار ہو چکی ہے......اور اسے ہمیشہ بیوقوف بنائے رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے مگر تاہم......میں پھر بھی اسے بیوقوف بنائے رکھنے کی پوری پوری کوشش کرتا رہوں گا......جو لوگ میری باتوں میں آنے سے انکار کریں گے ......انہیں......عمر بھر کے لیے جیل خانہ میں بھجوا دوں گا......!ان کی گرفتاری کے سلسلہ میں یہ ضروری ہوگا کہ ان سے ہمدردی کا اظہار کرنے والے چند سر پھرے لوگ ان کی رہائی کا مطالبہ بھی کریں گے......تو میں ان میں سے اچھے کارکنوں اور چیدہ ، چیدہ رہنماؤں کو گرفتار کر کے کسی ایسی جگہ پہنچا دوں گا جہاں سے ان کے متعلق قوم کو کوئی علم نہ ہو سکے......!

....

میں خدا کو سمیع و علیم جان کر یہ قسم کھاتا ہوں کہ......! میں اپنے فرائض منصبی کو ادا نہ کرنے کے لیے کاہلی، سستی، بے توجہی اور لاپروائی میں منہمک رہوں گا......! میں دوسروں کی بیگار پوری کرنے میں شب و روز مصروف عمل رہوں گا ......! جتنے اسٹاف کی مجھے ضرورت ہوگی......! اس سے چوگنا رکھوں گا......لیکن......پھر بھی یہ شکایت ہمیشہ کرتا رہوں گا کہ آدمیوں کی کمی اور قلت کے باعث کوئی کام وقت پر نہیں ہو رہا......!......میں غریب عوام کی ہر شکایت کو بڑے غور سے سنوں گا......اور سننے کے بعد فوراً بھول جاؤں گا کہ وہ شکایت کیا تھی......؟ کھانے، پینے اور لکھنے، پڑھنے کی تمام اشیاء پر کنٹرول لگاؤں گا اور اس کے بعد جب وہ چیز بازار سے غائب ہو جائے گی تو دوسرے دن اپنے ملک کے تمام اخبارات کو دعوتی کارڈ ارسال کر کے ایک پریس کانفرنس منعقد کروں گا جس میں اپنے ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اس چیز کی وضاحت کروں گا کہ خورد و نوش کی اشیاء ہمارے ملک سے اس لیے گم ہو گئی ہیں کہ راتوں، رات ملک کی آبادی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ لوگوں کو وہ چیز پوری مقدار میں نہیں دلائی جا سکتی......!......

جہاں تک خوراک کی کمی پورا کرنے اور ملک سے بھوک اور قحط سالی دور کرنے کا تعلق ہے اس سلسلہ میں اپنے ''وطنی بھ ـ یوں'' سے میری پُر زور اپیل ہے کہ......کہ وہ ہفتہ میں صرف ایک دن کھایا کریں۔......! اور باقی کے چھ دن پیٹ پر پتھر باندھ کر سو جایا کریں! کیونکہ سرورِ دو عالم تاجدارِ مدینہ، رحمتِ عالم، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی کئی دنوں کے فاقہ سے چور ہو کر اپنے پیٹ پر دو بھاری پتھر باندھے تھے!!!

میں یہ سچ سچ کہتا ہوں......کہ ملک سے کپڑے کا قحط اس طرح دور کروں گا کہ کپڑے کے دام حد سے زیادہ

بڑھادوں گا تا کہ کوئی شخص کپڑا خرید ہی نہ سکے......!اور بڑے بڑے پوسٹروں اور اخباروں کے ذریعہ اپنے ملکی باشندوں کو یہ سمجھاؤں گا کہ......فاقہ کرنا یا ننگا رہنا صحت کے لیے کس قدر ضروری ہے......!اور میں اپنی زندگی میں سب سے بڑا کام یہ کروں گا کہ ملک میں چوبیس کروڑ نئے درخت لگواؤں گا ان سے یہ فائدہ ہوگا کہ اتنی بارش ہوگی کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طوفان کی یاد تازہ ہو جائے گی......!......عین ان دنوں جب دنیا سیلاب کے خوفناک تھپیڑوں سے دوچار ہوگی تو میں کسی نہ کسی طریقہ سے عوام کے فلاح و بہبود کی خاطر سیلاب زدہ علاقہ کا دورہ شروع کردوں گا تا کہ سیلاب زدگان کی امداد کے لیے سیلاب زدگان سے چندہ وصول کرسکوں......!

فصلیں (اگر بیج طوفان میں بہنے سے بچ گئے) بوئی جائیں گی اور اتنا اناج پیدا ہوگا کہ لوگ کھا کھا کر بدحواس ہو جائیں گے......!

میں عہد کرتا ہوں......کہ اپنے ملک کی دولت بڑھانے کے لیے اپنے ہر دوست کو امپورٹ لائسنس دلاؤں گا جس سے وہ امریکہ سے سستی کتابیں، پھٹے پرانے کوٹ۔ زنانہ جمپر اور مہنگا سامان منگوا کر غیر مناسب داموں پر فروخت کرے......!اس طرح میرے دوستوں کے پاس بہت سارو پیہ جمع ہو جائے گا اور ملک کی ساکھ اتنی مضبوط ہو جائے گی کہ دنیا کی کوئی سلطنت اس کا مقابلہ نہیں کرسکے گی......!

غریب، مزدور، مفلس اور فاقہ کش انسانوں کو طرح، طرح کے سبز باغ دکھا کر انہیں خوش رکھنے کی کوشش کروں گا ۔اگر وہ بغاوت کریں گے تو قرآنِ پاک اور حدیثِ مبارک کے حوالہ جات دیکر سمجھاؤں گا۔ کہ

بَدَءَ الْاِسْلَام غَرِیْباً وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَءَ غَرِیْباً نَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاءِ (الحدیث)

''یعنی اسلام غریبوں سے شروع ہوا تھا اور پھر غریبوں میں لوٹ جائے گا۔ پس ان لوگوں کو خوشخبری اور مبارک ہو جو لوگ غریب ہیں''

اور یہ کہوں گا کہ مذہبی کتابوں کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جتنے نبی آئے وہ سب غریب تھے اور آج کل جو غریب اپنا حق مانگتا ہے وہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔!...... میں جاگیرداری ختم کردوں گا۔ مگر جاگیرداروں کو کسانوں سے اتنا روپیہ دلاؤں گا جن سے وہ نئی جاگیریں خرید سکیں......!میں اپنے ملک سے عصمت فروشی کی لعنت دور کرنے کے لیے زوردار الفاظ میں مخالفت کروں گا۔ اور اپنے ملک کے ہر شریف شہری کی عزت و ناموس قطعاً معصوم نہیں رہنے دوں گا! اور اگر انسدادِ عصمت فروشی کے سلسلہ میں پیشہ ور دوشیزاؤں نے احتجاج کیا۔ تو......! میں بھی ان کے بزنس میں شیئر ہولڈر کی حیثیت سے شریکِ کار ہو جاؤں گا......!اور قحبہ خانوں کی اصلاحات کا بل پیش کروں گا۔

میں حلف اٹھاتا ہوں کہ...... میں آزادئ تحریر و تقریر کو بالکل ختم کر کے چھوڑوں گا......! چاہے مجھے سارا آئین ہی کیوں نہ تبدیل کرنا پڑے! یا کسی خاص آرڈیننس کا سہارا لینا پڑے......! میں اس ''صالح'' اور نیک کام کے لیے نئے

آئین میں تین نئی مدّوں کا اضافہ کروں گا......!

۱۔ ہر مرد یا عورت کو سمن، یا وارنٹ اور جرم کے بغیر کسی بھی وقت گرفتار کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ مجرم کو عدالت میں پیش نہیں کیا جائے گا تا کہ وہ عدالت میں اپنا بے قصور ہونا ثابت نہ کر سکے۔

۳۔ مجرم کو ایک بار رہا کر کے پھر گرفتار کر لیا جائے گا۔! چاہے یہ گرفتاری جیل خانہ کے دروازہ پر عمل میں لائی جائے!

....

میں قسم کھا کر عہد کرتا ہوں کہ...... میں اپنی غلطیوں کے لیے کبھی خود کو قصوروار نہیں ٹھہراؤں گا...... اور میں زور زور سے چلا کر کہوں گا کہ گاڑیاں اس لیے دیر سے آتی ہیں کیونکہ...... حالات حاضرہ کے پُرخطر دور میں انجن بوڑھے ہو گئے ہیں......! کھانڈ اس لیے نہیں ملتی کہ گنّوں نے زمین سے اُگنا بند کر دیا ہے۔

رشوت:...... بڑھ رہی ہے کیونکہ لوگوں کو رشوت دینے کا چسکا پڑ گیا ہے......!

اناج:...... اس لیے کم ہو گیا ہے کیونکہ سارا اناج چوہے کھا گئے ہیں............! مجھے اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے چاہے کتنا ہی جھوٹ بولنا پڑے۔ بولوں گا کیونکہ فتح و نصرت آخر جھوٹ کی ہوتی ہے۔

الکذب یعلو ا ولا یعلی

....

میں خدائے ستار و غفار کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ......!

میں شراب نہیں پیوں گا...... شراب کی جگہ غریبوں کا خون پی پی کر گزارہ کر لیا کروں گا۔ میں...... بوڑھا، اندھا، یا بہرہ ہو جانے کے بعد چاہے مجھے لاٹھی کے سہارے یا کسی چیز پر سوار ہو کر آنا پڑے میں ریٹائر ہونا پسند نہیں کروں گا......! اور تب تک گدی سے چمٹا رہوں گا جب تک کہ میرا جنازہ دفتر سے نہیں نکلے گا......!

میں سب سے زیادہ دلچسپ حرکتیں کروں گا اور ان سے بھی زیادہ دلچسپ حرکتیں کرنے پر تیار رہوں گا۔ اگر لوگ مجھے برا کہیں گے یا میری بے شرمی پر آنسو بہائیں گے......!...... تو......!

میں جان بوجھ کر اندھا اور بہرا بن جاؤں گا......! میں ارا کین ایوان کے سامنے یہ عزم کرتا ہوں کہ اپنے ملک، اپنے وطن جس کو بے بہا قربانیوں سے حاصل کیا ہے، تباہ کر کے دم لوں گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے ہمت و توفیق عطا فرمائے......! کہ میں اپنے عزم راسخ کو پورا کر سکوں۔ آمین۔

آپ حضرات بھی صمیم قلب اور خلوصِ نیت سے اس عاجز کے لئے دعا فرماویں......!

وما تو فیقی الاّ...............!

محمد احمد حافظ

کیا پاکستان پر قادیانیوں کی حکمرانی ہے؟

ذہن تو اسی وقت ٹھنکا تھا' جب وزیر اعظم جمالی کے پرنسپل سیکرٹری کے لیے ناصر الدین احمد کا نام سامنے آیا تھا۔ اس بات میں اب کسی شک وشبہے کی گنجائش نہیں کہ وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی کا پرنسپل سیکرٹری ناصر الدین احمد سکہ بند قادیانی ہے اور اس کا بھائی غیاث الدین احمد اس وقت بلوچستان کا چیف سیکرٹری ہے جو جمالی کے دور وزارت اعلیٰ میں پرنسپل سیکرٹری اور بعد میں دیگر کلیدی عہدوں پر فائز چلا آ رہا ہے۔

دیکھیے! طارق عزیز قادیانی بھی جنرل مشرف کا سابق سیکرٹری اور حال پاکستان قومی سلامتی کونسل کا سیکرٹری ہے۔ مزید یہ کہ سندھ اور پنجاب کی سیاست میں قادیانی اثر ورسوخ بھی اس وقت زبان زد عام ہے۔ بظاہر دیکھا جائے تو قومی سیاست میں کہیں قادیانی کردار نظر نہیں آتا' البتہ پس منظر میں رہ کر جو گل کھلائے جا رہے ہیں' واقفانِ حال ان کی وجہ سے سخت بے چین ہیں۔ صوبائی چیف سیکرٹری، پرنسپل سیکرٹری یا قومی سلامتی کونسل کا سیکرٹری ہونا معمولی بات نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری قومی وصوبائی سیاست اور نظم ونسق مملکت مکمل طور قادیانیوں کے ہاتھ میں ہے۔

قومی سلامتی کونسل کے سیکرٹری طارق عزیز کے کردار کے متعلق بی بی سی کا یہ تبصرہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو قومی انتخابات سے دو تین دن پہلے پاکستان کے اکثر اخبارات میں شائع ہوا۔ بی بی سی کے مطابق ''سول سروس کے اکاؤنٹس گروپ سے تعلق رکھنے والے سینئر افسر طارق عزیز لاہور ایف سی کالج سے فارغ التحصیل ہیں' جہاں وہ جنرل مشرف کے کالج فیلو رہے۔

جنرل مشرف' طارق عزیز سے جونیئر تھے مگر دونوں کا تعلق کافی قریبی تھا۔ ۱۲/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو جب جنرل مشرف نے نواز شریف حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کیا تو اپنے دیرینہ دوست کو پرنسپل سیکرٹری کے طور پر منتخب کیا۔ تب سے اب تک یوں سمجھیے کہ وہ جنرل مشرف بلکہ پوری قومی سیاست کی ناک کا بال بنے بیٹھے ہیں۔

فوجی حکومت کے ابتدائی دنوں میں لاہور میں افواہیں گردش کرتی رہیں کہ گجرات کے چودھری برادران کے خلاف بدعنوانی اور مالیاتی اداروں سے قرضے معاف کرانے کے الزامات کے تحت قومی احتساب بیورو میں انکوائری چل رہی ہے اور بہت جلد انہیں گرفتار کر لیا جائے گا مگر بہت جلد طارق عزیز کا کرشماتی ہاتھ حرکت میں آیا اور چودھری برادران

کے خلاف موجود تمام فائلیں منوں مٹی تلے دب گئیں۔ اس لیے کہ جنرل مشرف ٹولے کو اپنے سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لیے ایسے ہی وڈیرے سیاستدانوں کی اشد ضرورت تھی جسے طارق عزیز نے نہ صرف بحسن خوبی پورا کیا بلکہ بعد میں ''پاکستان مسلم لیگ قائداعظم'' کی بنیاد بھی رکھی۔

یہ تبصرہ بی بی سی کا ہی ہے کہ ''الیکشن کے دنوں میں حکومت کی طرف سے کی جانے والی مبینہ اکھاڑ پچھاڑ کے لیے گو کہ صوبوں سے گورنر، چیف سیکرٹری، ہوم سیکرٹری اور آئی جی پولیس استعمال ہوتے رہے مگر ان سب کے پیچھے اصل کردار طارق عزیز کا ہی رہا۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ مسلم لیگ (ق) کے امیدواروں کو انٹرویو کرنے والے بورڈ کا سربراہ بھی یہی قادیانی تھا۔''

ابھی زیادہ دنوں کی بات نہیں کہ اسلام آباد اور لاہور کے حکومتی حلقوں میں افواہیں گردش کر رہی تھیں کہ طارق عزیز کو پنجاب کا گورنر بنائے جانے کا امکان ہے۔ باخبر ذرائع نے بتایا تھا کہ ایسا اس لیے تاکہ صوبائی سیاست پر جنرل مشرف اپنا مکمل کنٹرول برقرار رکھ سکیں۔ ایوب خان کے دورِ حکومت میں تمام خرابیوں کا ذمہ دار سینئر بیوروکریٹ قدرت اللہ شہاب کو ٹھہرایا جاتا ہے حالانکہ شہاب اتنے طاقتور بیوروکریٹ نہیں تھے جتنا کہ طارق عزیز۔

مشرف کے دورِ حکومت میں وطن عزیز جن انقلاب وحوادث سے گزرا' وہ سب حقیقتاً جان لیوا تھے۔ ۱۱رستمبر کے بعد سب سے بڑا حادثہ امریکہ کی دہشت گردانہ کارروائیوں میں فرنٹ لائن اسٹیٹ کا کردار ادا کرنا تھا۔ اس کے علاوہ ملک کو جس طرح آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی جھولی میں پھینک دیا گیا، پاکستان کے تمام اداروں کو جس طرح بیخ وبن سے اکھاڑنے اور لوٹنے کی کوشش کی گئی اس کی مثال پاکستان کی پچھلی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ٹیکس کے مسئلے پر تاجروں کو رگیدا گیا۔ جان بوجھ کر ایسے حالات پیدا کیے گئے کہ قومی صنعتیں بند ہو کر رہ جاتیں۔ قومی اداروں سے ملازمین کی جبری بے دخلی، تمام قومی محکموں میں فوج کی شراکت، دینی مدارس اور مساجد کو سرکاری شکنجے میں کسنے کی تیاریاں، مجاہدین اسلام کے خلاف مسلسل کارروائیاں، پاکستان میں مادر پدر آزاد ماحول پیدا کرنے کے لیے فحاشی وعریانی کی کھلے عام سرکاری سرپرستی، پی ٹی وی کی بے لگام پالیسیاں اور ننگ دھڑنگ پروگرام، جشن بہاراں کے نام پر پوری قوم کو مبتلائے لہو ولعب کرنے کی سرکاری کوششیں، بھانڈوں، میراثیوں اور طوائفوں کو قوم کے ہیروز بنانے کی ابلیسانہ سعی۔ یہ سب باتیں سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ پاکستان اور اسلام کے ساتھ ادنیٰ وابستگی رکھنے والا ایسا سوچ سکتا ہے' نہ کر سکتا ہے۔ یقیناً اس قومی ادبار کے پیچھے ملک دشمنوں کا ہاتھ ہے اور قادیانیوں سے بڑھ کر ملک دشمن کون ہو سکتا ہے؟

ذرا اندازہ لگایئے! قادیانی افراد ملک کے اہم ترین مناصب پر فائز ہیں اور وہ اپنے عہدوں کے ناجائز استعمال پر ذرہ بھر بھی نہیں چوکتے ہیں۔ طارق عزیز، ناصر الدین احمد اور غیاث الدین احمد دھڑا دھڑ اپنے ہم منصبوں کو سرکاری

ملازمتیں دلوار ہے ہیں۔طارق عزیز کی شیطانی چالوں سے تو ایک مرتبہ خدشہ پیدا ہو چلا تھا کہ آئین میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس کی دفعات ختم کردی جائیں گی۔

بھلا ہو قاری محمد حنیف جالندھری کا کہ انہوں نے گزشتہ سیرت کانفرنس منعقدہ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۳ھ اسلام آباد میں جنرل مشرف صاحب سے قادیانیت کے متعلق برسرعام وضاحت طلب کر لی اور یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا مگر قادیانی سازشیں اسی پر بس نہیں ہو گئیں، وہ متواتر اور پیہم گردش میں ہیں۔قادیانی کی ارتدادی سرگرمیاں پہلے سے بڑھ گئی ہیں۔لاہور کے مضافاتی علاقے،کراچی کی کچی آبادیاں،بلوچستان کے دور دراز علاقے اور سندھ میں تھر کا علاقہ خصوصیت کے ساتھ قادیانیوں کے آماج گاہ بن چکے ہیں۔

گزشتہ قومی الیکشن میں قادیانیوں کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔چناب نگر سے ہزاروں قادیانیوں کے نام ووٹروں کی فہرست میں درج کئے گئے۔کراچی اور ٹھٹھہ کے قادیانی بھی مسلم ووٹروں کی فہرست میں آ گئے۔طارق عزیز نے اپنے اثر ورسوخ سے بہت سے مقامات پر ق لیگ کے امیدواروں کو سہارا دینے کے لیے قادیانی آزاد امیدوار کھڑے کئے۔چیچہ وطنی کا شہزاد قمر سعید اس کی ایک مثال ہے۔مزید یہ کہ بیرون ممالک سے ہزاروں کی تعداد میں قادیانی الیکشن کے دنوں میں پاکستان واپس آئے اور انہوں نے متعلقہ امیدواروں کو ووٹ دیئے۔پی آئی اے،سی بی آر محکمہ داخلہ،فوج اور انکم ٹیکس جیسے محکموں میں قادیانیوں کی بھرمار ہے۔قادیانیوں کے ٹارگٹ عام طور پر غریب خاندان یا ذہین نوجوان ہوتے ہیں، جنہیں دین اسلام کی تعلیمات سے مکمل آگاہی نہیں ہوتی۔چونکہ ملک میں بے روزگاری عام ہے، اس لیے نوجوان اپنے مستقبل کے تحفظ کے لیے انجانے میں دین وایمان کی متاع سے دست بردار ہو کر قادیانیت کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔

پاکستان میں تین مرتبہ قادیانیت کے خلاف بھرپور تحریکیں چلائیں گئی۔پہلی ۱۹۵۳ء میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں، دوسری ۱۹۷۴ء میں حضرت مولانا یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں اور تیسری ضیاء الحق کے دور حکومت میں۔آخر الذکر تحریک کے نتیجے میں وہ قوانین وجود میں آئے جو قادیانیت کی تبلیغ میں سدِّ سکندری ثابت ہوتے ہیں بشرطیکہ ان کا صحیح اور برموقع استعمال کیا جائے۔

اس وقت تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر درجنوں تنظیمیں کام کر رہی ہیں، جن میں سرفہرست مجلس تحفظ ختم نبوت، تحریک تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام اور انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ وغیرہ ہیں۔یہ سب ہماری اپنی ہم مسلک جماعتیں ہیں اور اپنے اپنے انداز میں کام کر رہی ہیں۔ان سب کا بلکہ تمام دینی جماعتوں کا مشترکہ پلیٹ فارم ''مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کے نام سے موجود ہے۔

اگر مذکورہ جماعتوں کے قائدین اس خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ سننا گوارا پسند فرمائیں تو عرض یہ ہے کہ اتنی ساری جماعتوں کے کام کے باوجود پاکستان میں قادیانیت دن بدن تیزی کے ساتھ پروان چڑھ رہی ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ پاکستان پر اس وقت اصل حکمرانی قادیانیوں کی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ سوچنا چاہیے کہ تحفظ ختم نبوت کا دم بھرنے والے جماعتوں کے کام کے باوجود ایسا کیوں؟ یا تو کام میں کوتاہی ہے یا پھر محترم قائدین اس سنگین مسئلے پر توجہ نہیں دے پا رہے۔ دونوں صورتوں میں نقصان ملک اور اہل وطن کا ہو رہا ہے۔

محترم قائدین سے دست بستہ عرض ہے کہ حالات کی سنگینی کا احساس فرمائیں اور پاکستان کو قادیانیت کے چنگل سے نکالنے کے لیے اجتماعی جدوجہد اور منظم تحریک کی بنیاد رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ اکابر کی جان جوکھوں کی محنت اکارت چلی جائے۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کو از سر نو بیدار و متحرک کرنے کی ضرورت ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ محترم قائدین سر جوڑ بیٹھیں اور سوچیں کہ ہماری حکمت عملی میں کون سی غلطی ہے کہ سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں، تبلیغی دوروں اور انگلینڈ میں جا کر قادیانیت کا کھلے عام پوسٹ مارٹ کرنے کے باوجود قادیانی عفریت تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔

معاف کیجیے! اب جلسوں، احتجاجوں اور ہڑتالوں کا دور نہیں رہا بلکہ کبھی بھی نہیں رہا ہے۔ کسی فتنے کو ختم کرنے کے لیے اسی کے مقابل مضبوط عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ قائدین تحریک تحفظ تحریک ختم نبوت سے گزارش ہے کہ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے حکمت عملی کو نئے سرے سے ترتیب دیں۔

اس وقت پاکستان میں قادیانی جس طرح چھا رہے ہیں اور کھل کھیل رہے ہیں اس کی سنگینی ۱۹۵۳ء کے دور سے بھی سوا ہے۔ تب ایک ظفر اللہ قادیانی وزیر خارجہ تھا اور فوج میں قادیانیوں کی علیحدہ ''الفرقان بٹالین'' تھی مگر اب صورت حال بہت مختلف ہے۔ چاند پر قادیانیوں کا تعاقب ہو سکے یا نہیں؟ پاکستان میں قادیانیوں کا سخت اور تیز رفتار تعاقب ضروری ہو گیا ہے۔ خدانخواستہ اگر اس میں چوک ہو گئی تو ہم حضور ختمی مرتبت ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے اور کس طرح آپ ﷺ کی شفاعت کے طلب گار ہوں گے؟

سلیم الیکٹرونکس

ڈاؤلینس ریفریجریٹر کے بااختیار ڈیلر

حسین آگاہی روڈ۔ ملتان فون: 061-512338

پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام

اکابر اسلام اور قادیانیت

اصل وجۂ اختلاف

''شہر سدوم'' کے مصنف جناب شفیق مرزا اصل واقعات اپنی کتاب (صفحہ ۴۹ سے لے کر ۹۷ تک) میں تحریر کرتے ہیں۔ جن میں وہ تین خطوط من وعن بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ان خطوط میں پہلا خط قدرے طویل ہے لیکن حقائق سے لبریز۔ جیسے قارئین کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔ ان خطوط سے چند اقتباس دراصل اس میں وہ واقعات درج ہیں جو مرزا بشیر الدین محمود کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کا باعث بنے۔ شفیق مرزا صاحب نے ان خطوط سے پہلے کتاب کے صفحہ ۴۹، ۵۰ پر ان چند سطور میں شیخ عبدالرحمٰن مصری کا ذکر اس طرح نہیں کیا ہے۔

''شیخ عبدالرحمٰن مصری ۲۵ ٹی گلبرگ لاہور میں مقیم ہیں ۱۹۰۵ء میں انہوں نے بانی قادیانیت کے ہاتھ پر ہندومت ترک کر کے بزعم خویش اسلام قبول کیا۔ مولانا حکیم نور الدین کے سربراہِ جماعت ہونے کے بعد وہ عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل ہونے کے لئے مصر چلے گئے۔ واپس آ کر مدرسہ احمدیہ قادیان کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں جب مرزا محمود صاحب انگلستان یاترا کے لئے روانہ ہوئے تو شیخ صاحب ان کے ساتھ تھے۔

یوں سمجھیے کہ مرزا محمود ''جیم'' میں آپ صفِ اول کے لوگوں میں شامل تھے۔ نقائص سے برا تو کوئی انسان نہیں ہوتا شیخ صاحب کو اس کا دعویٰ ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ مرزا محمود اپنی تمام ریشہ دوانیوں کے باوجود ان پر جنسی پامالی بددیانتی کا کوئی الزام نہ لگا سکا۔ ابتداء میں جب انہیں اپنے بیٹے کے ذریعے مرزا محمود کی بدکرداری کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو عاق کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر حقائق اپنا آپ منوا لیتے ہیں۔ جب انہوں نے تحقیقات شروع کیں تو اعتقاد کی دھند چھٹنی شروع ہوئی اور وہ حیران رہ گئے کہ یہاں انہیں کی اولاد پر ہاتھ صاف نہیں ہو رہا، ہر گھر میں ڈاکہ پڑ رہا ہے۔ اس پر انہوں نے مرزا محمود کو تین پرائیویٹ خطوط لکھے۔ یہ خطوط پڑھنے سے پیشتر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ ایک ایسے شخص نے لکھے ہیں۔ جو ایک معاشرے سے تعلقات منقطع کر کے ایک نئے قادیانی ماحول میں آیا تھا اور ایک لمبے عرصے کے بعد جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عزت، معاش، اولاد، کوئی چیز اس قبائلی نظام میں محفوظ نہیں ہے تو وہ اضطراب و کرب کی جس کیفیت سے گزرتا ہے اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ وہ خلیفہ کو بدکار اور زانی سمجھتے ہوئے بھی اسے ''سیدنا'' کے لفظ سے خطاب کرتا ہے۔ وہ محض تحفظات کے وعدے پر اس ''ریاست'' میں اپنی بقیہ زندگی یہ سمجھ کر بھی گزار لینے پر آمادہ ہے کہ ''میں ایک ایسی ریاست میں رہ رہا ہوں کہ جس کا والی بدچلن ہے۔''

یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ ایک مخصوص ماحول میں رہتے ہوئے سماجی و معاشی رشتے انسانی ذہن کی ساخت ایسی بنا دیتے

ہیں کہ وہ ان علائق کے ٹوٹنے کے خوف سے غیر شعوری طور پر اپنے آپ کو ایسے دلائل سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے جن کی حیثیت تار عنکبوت جیسی بھی نہیں ہوتی۔ مرزا محمود سے توبہ کا مطالبہ یا بدکاری کے جواز پر کسی سند کا مانگنا اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔ قبائلی سماج کے مصروف طریقوں کے مطابق مرزا محمود نے ان کے خلاف اپنے تنخواہ دار ملاؤں سے پروپیگنڈا شروع کروا دیا انہیں قتل کی دھمکیاں دیں اور مریدوں کی توجہ اپنی زناکاری سے ہٹانے کے لیے اس امر کی تشہیر کی گئی کہ شیخ صاحب موصوف اپنی بیٹی کا رشتہ اسے دینا چاہتے تھے۔ مگر جب اس میں ناکامی ہوئی تو الزامات لگانے شروع کر دیئے۔ شیخ صاحب کو جب اصلاح کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہیں سمجھ آ گئی کہ معیشت اور ماحول کے عقائد میں جکڑے ہوئے مجبور مریدوں سے سچ بولنے اور صداقت کی حمایت کرنے کی توقع کرنا حماقت ہے۔ اس پر انہوں نے چوبیس گھنٹے کا نوٹس دے کر خلیفہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اب وہ خطوط ملاحظہ فرمائیں۔''

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

مصری کا پہلا خط/ پہلی شہادت

سیدنا......! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

میں ذیل کے چند الفاظ محض آپ کی خیر خواہی اور سلسلہ کی خیر خواہی کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھ رہا ہوں۔ مدت سے میں چاہتا تھا کہ آپ سے دوٹوک بات کروں مگر جن باتوں کا درمیان میں ذکر آنا لازمی تھا جیسا کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں' ایسی تھیں کہ ان کے ذکر سے آپ کو سخت شرمندگی لاحق ہونی لازمی تھی اور جن کے نتیجے میں آپ میرے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہ سکتے تھے اور ادھر چونکہ سلسلہ کے کاموں کی وجہ سے اکثر ہمیں آپس میں ملنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ میری فطری شرافت اس بات کو گوارہ نہیں کر سکتی تھی کہ آپ ہمیشہ کے لیے میرے سامنے شرمندگی کی حالت میں آئیں۔ اس لیے میں اس وقت تک آپ کے ساتھ فیصلہ کن بات کرنے سے رکا رہا ہوں' لیکن اب حالات نے مجبور کر دیا ہے کہ میں آپ کے سامنے (Situation) رکھ دوں اور آپ کو بتا دوں کہ جس طرف آپ جا رہے ہیں وہ راہ آپ کے لیے اور سلسلہ کے لیے کیسی پر از خطرات ہے۔ یہ سچ ہے کہ سلسلہ خدا کا ہے اور خدا خود اس کی حفاظت کرے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے فرشتے لوگوں کے دلوں کو خود اس طرف کھینچ لائیں گے۔ لیکن آپ اپنی غلط پالیسی کے نتیجے میں ہر طرح سے لوگوں کو اس سے دور پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ میں نے تو مظلوم ہو کر بھی (جس کو شریعت نے بھی ظالم کے ظلم کے علی الاعلان ایماء کی اجازت دی ہے) اس بات میں شرم محسوس کرتا رہا کہ آپ کے سامنے بالمشافہ یا تحریر کے ذریعہ آپ کی بعض خاص راز کی باتوں کا ذکر لاؤں۔ لیکن آپ خود ظالم تھے اور ایسے افعال شنیعہ کے مرتکب تھے' جن کے سننے سے بھی ایک مومن چھوڑ معمولی شریف آدمی کی روح کانپتی ہے۔ اس آدمی کو جس کا قصور اور جرم صرف اس قدر تھا کہ بدقسمتی سے اس کو آپ کے افعال شنیع کا علم ہو گیا۔ اور آپ کو یہ علم ہو گیا کہ اسے علم ہو گیا ہے۔ دکھ دینے اور قسم قسم کے مصائب کا اسے نشانہ بنانے اور اس کو جماعت کی نظر میں گرانے

کے لیے طرح طرح کے بہتان اس پر باندھنے اور ان بہتانوں کو ہاتھ میں لے کر اس کے خلاف جماعت میں جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے کی لگاتار ان تھک کوشش کرنے میں ذرا شرم محسوس نہیں کی اور یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا کہ آپ کا مجرم ضمیر (Guilty Conscious) ہر وقت آپ کو اس بے شر اور بے ضرر انسان کے متعلق اندر سے یہی آواز دیتا رہا کہ اگر اس شخص نے میری ان کارروائیوں کا جو میں اندر خانہ کرتا رہا ہوں، جماعت کو علم دے دیا تو میرا سارا کاروبار بگڑ جائے گا اور میں شہرت سے گر کر قعر مذلت میں جا پڑوں گا۔ کیونکہ آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ اس شخص کو جماعت میں عزت حاصل ہے۔ مشنریوں کے متعلق تو اس قسم کے عذر گھڑ لئے گئے تھے کہ ان کے خلاف مقدمہ کیا تھا یا ان کی لڑکی پر سوتن لانے کا مشورہ دیا تھا۔ مگر یہاں اس قسم کا کوئی عذر نہیں چل سکتا۔ اس کی بات کو جماعت مشنریوں کی طرح رد نہیں کرے گی بلکہ اس پر اسے کان دھرنا پڑے گا اور وہ ضرور دھرے گی۔ اس لیے آپ نے اسی میں اپنی خیر سمجھی کہ آہستہ آہستہ اندر ہی اندر اس شخص کو جھوٹے پروپیگنڈہ کے ذریعے جماعت کی نظر میں گرا دیا جائے اور اس کو اس مقام پر لے آئے کہ اگر یہ میرے اس گندے راز کو فاش کرے تو جماعت توجہ نہ کرے اور اس کی بات کو بھی اس طرف منسوب کر دے کہ اس شخص کی بھی ذاتی اغراض و خواہشات تھیں، جن کو چونکہ پورا نہیں کیا گیا اس لیے یہ بھی ایسا کہنے لگ گئے ہیں اور ادھر سے کہ دیکھا میں نہیں کہتا تھا کہ یہ اندر سے مشنریوں یا احراریوں سے ملے ہوئے ہیں اور ایسے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے جن کو آپ کے ان گندے رازوں کا علم ہو جاتا ہے آپ کے پاس زیادہ تر یہی ایک حربہ ہے۔ یہ آپ مت خیال کریں کہ جو کچھ آپ میرے خلاف کر رہے ہیں اس کا مجھے علم نہیں ہوتا۔ مجھے آپ کی ہر کارروائی کا علم ہوتا ہے۔ میں بھی آپ کے اس اشتعال انگیز طریق سے متاثر ہو کر جلد بازی سے کام لیتا اور ابتداء میں ہی اپنا مبنی بر حقیقت بیان شائع کر دیتا اور جو تقدس کا بناوٹی لبادہ اپنے اوپر ڈالا ہوا ہے اُس کو اٹھا کر آپ کی اصل شکل دنیا کے سامنے ظاہر کر دیتا تو آج نہ معلوم آپ کا کیا حشر ہوتا۔ یعنی محض اللہ کیلئے صبر سے کام لیا۔ آپ کے ظلم پر ظلم دیکھے اور اُف تک نہیں کی۔ میں نے سمجھا تھا کہ میری خاموشی سے آخر آپ سبق حاصل کریں گے اور سمجھ لیں گے کہ یہ شخص اس راز کو فاش کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا اور کچھ عرصہ تک میرے رویہ کو دیکھ کر خود بخود اپنی غلطی محسوس کر کے نادم ہو کر اپنی ان ناجائز اور ظالمانہ کارروائیوں اور جھوٹے پراپیگنڈے سے باز آجائیں گے۔ لیکن آپ کا ''مجرم ضمیر'' (Guilty Conscious) آپ کو کب آرام سے بیٹھنے دیتا تھا اور آپ کا راب اور گھبراہٹ سے بھرا ہوا دل اس وقت تک، کب آپ کو چین کی نیند سونے دیتا' جب تک اس شخص کو اپنی راہ سے دور نہ لیں۔ جس سے آپ کو ذرا سا بھی خطرہ خواہ وہم ہی کیوں نہ محسوس ہو رہا ہو۔ آپ غالباً اس وقت تک اس غلط فہمی کا شکار ہے ہیں۔ کیا اس وقت تک جو میں خاموش رہا ہوں اپنی ملازمت کے چلے جانے کے ڈر سے رہا ہوں۔ اس غلط فہمی کو جتنا جلدی بھی ہو سکے اپنے دل سے نکال دیں اور آپ کو دلیری بھی زیادہ تر اسی وجہ سے ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی روزی میرے قبضے میں ہے۔ مگر میں خدا کے فضل سے مشرک نہیں ہوں کہ ایک سیکنڈ کیلئے بھی اس بات کا خیال کرنا تو بجا اس کو وہم میں بھی لا سکوں۔ پس یہ آپ کو یاد رہے کہ میں جو غلط کاریوں کا علم ہو جانے اور اپنے خلاف کارروائیوں کو دیکھنے کے باوجود خاموش چلا آ رہا ہوں۔ اس کی وجہ کسی قسم کے مالی، جانی نقصان کا ڈر نہ تھا۔ کیونکہ علمائے ربانی حق گوئی کے مقابلے میں کسی نقصان سے

خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہی کیوں نہ ہو نہیں ڈرا کرتے لیکن وہ جہاں لا یخافون لومۃ لائم کا مصداق ہوتے ہیں وہاں وہ حق گوئی کا محل اور موقع بھی دیکھتے ہیں اور اس اظہار اور عدم اظہار میں موازنہ بھی کرتے ہیں۔ اپنے ذاتی نفع ونقصان کو مدنظر رکھ کرنہیں بلکہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام اور سلسلہ حقہ کے حق میں اکبر من نفعه بالفضبی اکبر من ضره اس لیے میں اگر خاموش تھا اور ہوں تو محض اس لیے کہ میں اس کے اظہار کو سلسلہ کے لئے مضر یقین کرتا تھا۔ نہ صرف کرتا تھا بلکہ اب بھی کرتا ہوں۔ دوسری بات جو اس گندے اظہار کے لیے میرے لیے مانع تھی اور ہے' وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ' روحی وجسمی کے بے انتہا احسانات تھے جن کے پنجے سے ہماری گردنیں کبھی نکل ہی نہیں سکتیں۔ پس ان احسانات کو دیکھتے ہوئے طبیعت اس بات کو قطعاً گوارا نہیں کرسکتی کہ حضور علیہ السلام کی اولاد کا مقابلہ کیا جائے یا انہیں بدنام کیا جائے۔ تیسری بات جو میرے لیے مانع تھی' وہ آپ سے دیرینہ تعلقات اور ایک حد تک آپ کے احسانات تھے۔ گو جو ظلم آپ نے میری اولاد کو اپنے گندے نمونے کے ذریعے سے اور سلسلہ حقہ سے منحرف کرنے اور ان کو دہریہ بنانے کی کوشش میں کیا' وہ اتنا بڑا ہے کہ وہ احسانات اس کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہیں۔ اور قابل ذکر نہیں رہے۔ تعجب ہے مجھے تو ان دیرینہ تعلقات کا اس قدر پاس ہو کہ آپ کے گندے افعال کا ذکر آپ کے سامنے کرنے سے بھی شرم محسوس کروں اور محض اس خیال سے کہ میرے سامنے آنے سے آپ کو شرم محسوس ہوگی' آپ کے سامنے آنے سے حتی الوسع اجتناب کرتا رہا ہوں لیکن ان تعلقات کا آپ کو اتنا بھی پاس نہ ہوا جتنا ایک معمولی قماش کے بدچلن انسان کو ہوتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ بدچلن سے بدچلن آدمی بھی اپنے دوستوں کی اولاد پر ہاتھ ڈالنے سے احتراز کرتے ہیں۔ لیکن افسوس آپ نے اتنا بھی نہ کیا اور اپنے ان مخلص دوستوں کی اولاد پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا۔ جو آپ کیلئے اور آپ کے خاندان کے لیے جانیں تک قربان کردینا بھی معمولی قربانی سمجھتے تھے میرے اخلاص کا تو یہ عالم تھا جس وقت فضل دادا جمالی علم ہوا اور پھر بشیر احمد (شیخ عبدالرحمٰن مصری کا بیٹا) اس کی تفصیلی تصدیق کی تو میرا یہی فیصلہ تھا کہ بشیر احمد کو گھر سے نکال دوں اور ہمیشہ کیلئے اس سے تعلقات منقطع کردوں مگر میں نے اس سے نرمی اس لیے کی کہ اس کے ذریعے سے اب میں اس سازش کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ جس کے متعلق میں پہلے یقین کئے بیٹھا تھا کہ آپ کے چال چلن کو بدنام کرنے کیلئے دنیا کام کررہی ہے اس وقت یہی خیال غالب تھا کہ بشیر احمد بدقسمتی سے اُن لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا ہے جو اس سازش کے بانی مبانی ہیں۔ کیونکہ یہ مجھے اچھی طرح علم تھا کہ اس کو آپ کے اور آپ کے خاندان کے ساتھ بڑا اخلاص تھا اور اس اخلاص کی موجودگی میں وہ کبھی بھی جھوٹے الزام آپ پر نہیں لگا سکتا تھا۔ پس ایسی حالت میں میرے نزدیک دو ہی صورتیں ہوسکتی تھیں۔ یا یہ الزامات سچے ہیں یا بشیر احمد ایسے آدمیوں کے ہاتھ پڑ گیا ہے اور انہوں نے اسی کو قتل وغیرہ کی دھمکیاں دے کر اس سے یہ کہلوایا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ میں بشیر احمد سے اس سازش کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا، چنانچہ اس بنا پر اول میں نے بشیر احمد کے ساتھ مختلف رنگوں میں انتہائی کوشش کی کہ وہ ان باتوں کے غلط ہونے کا اقرار کرے مگر قطعاً کامیابی نہ ہوئی اور کامیابی ہوتی کس طرح اور کسی سازش کا پتہ لگتا کس طرح؟ جبکہ کسی سازش کا نام ونشان ہی نہ تھا۔ بلکہ برخلاف اس کے، اس نے بعض ایسے دلائل پیش کئے جو ایک حد تک قائل کردینے والے تھے۔ ان میں قطعاً بناوٹ معلوم نہ ہوتی تھی۔ (جاری ہے)

"One Nation Under God"

ترجمہ: ڈاکٹر شبیر احمد بن عبدالرشید

امریکی منسٹر پادری جو رائٹ "JOE WRIGHT" کی سینٹ سے خطاب کرتے ہوئے دعا

''اے ہمارے آسمانی باپ! آج ہم تیری بارگاہ میں معافی اور مغفرت طلب کرنے آئے ہیں اور تجھ سے صحیح سمت اور راہنمائی کی التجا کرتے ہیں۔''

ہم تیرے الفاظ جانتے ہیں''سخت تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو بدی کو اچھا کہتے ہیں۔'' لیکن یہی حرکت ہے، بالکل یہی حرکت جو ہم نے کی ہے۔

ہاں! ہماری حکومت میں وہ لوگ ہیں جو برائی کو بھلائی کہہ کر ہمیں گمراہ کر چکے ہیں۔

ہمارا روحانی توازن بگڑ چکا ہے اور ہم نے سب اخلاقی قدروں کو الٹ کر رکھ دیا ہے۔ اے آسمانی باپ! ہم ان جرائم کا اعتراف کرتے ہیں اور تجھ سے مدد کی درخواست کرتے ہیں کہ حالات بدل جائیں۔ ہم نے تیری کھری سچائی کا مذاق اڑایا ہے۔ تیرے کلام کو رسوا کیا ہے۔ ہم نے عیسائیت اور یہودیت کے گٹھ جوڑ کو اجتماعیت کا نام دے دیا ہے۔ ہم نے اس طرح برائی کو بھلائی اور بدی کو خوبی کہہ کر سچائی کے نام پر بٹہ لگایا ہے۔

ہم نے غریب کو لوٹا ہے اور اس کا نام لاٹری رکھ دیا ہے ہم نے آرام طلبی کو نوازا ہے اور اسے ویلفیئر کا نام دے دیا ہے

ہم نے اپنے ان بچوں کو قتل کیا ہے جو پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور پھر اسے آزادی افکار کا نام دیا ہے اور ہم نے لاکھوں عراقی بچے ایسے قتل کئے ہیں جو پیدا ہو چکے تھے اور وہ جو پیدا نہیں ہوئے تھے۔ پھر ہماری سابق وزیر خارجہ البرائیٹ نے اس جرم کو نسل کشی کہنے کی بجائے''ضرورت'' قرار دیا ہے۔

عراق میں جرائم کو جارج بش سینئر نے''خدا کا کام نمٹانا'' کہا ہے۔

ہم اپنے دلوں میں خوب جانتے ہیں اے آسمانی باپ! کہ تجھے اپنے کام نمٹانے کے لیے کسی جاہل انسان کی ضرورت نہیں۔

ہم نے اسقاطِ حمل کی حمایت کرنے والوں کو صحیح کہا ہے اور اس جرم کو مناسب سمجھا ہے۔

ہم نے اپنے بچوں کو اچھی تربیت نہ دے کر انہیں نظر انداز کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ اس طرح ان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنی نگاہ میں خوشنما لگنے لگتے ہیں

اے خداوند! ہم نے قوت کا بے دریغ اور غلط استعمال کیا اور پھر اسے سیاست کا نام دے دیا ہے۔

انسانیت کے خلاف جتنے جرائم ہیں ان میں ہم ملکوں سے تعصب برتتے آئے ہیں۔ جو بات ایک ملک میں بری ہے اسی حرکت کو ہم دوسرے ملک میں اچھا کہتے ہیں۔

فادر! ہم نے انسانیت کیخلاف خود اپنے کئے ہوئے جرائم سے آنکھ بند کر رکھی ہے۔ ہماری نگاہیں دوسرے ملکوں کے مال واسباب پر لگی رہتی ہیں اور پھر ہم اسے قومی جذبے کا نام دیتے ہیں۔

ہم نے امریکی عوام ٹیکس دینے والے عوام، ہر مذہب کے عوام کو لوٹا ہے تاکہ کسی حقدار قوم کی زمین کو قتل، دھوکے، حرص و لالچ سے حاصل کر لیا جائے۔

ہماری حکومت نے نسل پرستی اور اسرائیل ظالمانہ حرکتوں میں امریکی عوام کا پیسہ شامل کر کے ہم سب کو تیری بارگاہ میں مجرم بنا رکھا ہے اور جب ہم یہ سب کچھ کر گزرتے ہیں تو ایک بار پھر خم ٹھونک کر بدی کو اچھا کہتے ہیں اور بار ہا ہم نے یہ کہا ہے کہ اے خدا! یہ سب تو نے کیا۔

ہم نے بے حیائی کے غبار سے فضا آلودہ کر رکھا ہے اور پھر ہم اسے آزادی کہتے ہیں۔ برائی کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو اینٹی فلاں' اینٹی فلاں کہہ کر ہم دبا دیتے ہیں۔

ہم تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے محترم آباؤ اجداد کی کریمانہ اخلاقی اقدار کو پامال کیا ہے۔ جارج واشنگٹن نے ہمیں تنبیہ کی تھی کہ کبھی دوسری حکومتوں کے معاملات میں دخل نہ دینا لیکن ہم نے یہی کیا ہے اور اسے نئی روشنی، نئے نظام کا نام دے دیا ہے۔

خداوند! اوہ! ہم میں تو اتنی بھی سکت نہیں رہی کہ ہم راستہ تلاش کر سکیں۔ اتنی طاقت بھی نہیں رہی کہ ہم خود کو ڈھونڈ سکیں۔ اے خداوند! تو ہمیں ڈھونڈ لے۔ ہمارے دلوں کو تو آج بھی جانتا ہے۔ تو ان کی تلاشی لے اور ہر گناہ سے ہمارے دلوں کو پاک کر دے۔ ہمیں ان گناہوں سے آزاد کر دے جو ہماری حکومت نے اپنی گندی پالیسیوں کے نام پر کئے ہیں۔ ان ظالموں نے ہمیں مجرم بنا ڈالا ہے۔ انسانیت کے مجرم!

اے آسمانی باپ! تو راہ دکھا۔ کرم کر ان حضرات پر اور خواتین پر جنہیں تو نے آج میرا لیکچر سننے کے لیے بھیجا ہے۔

ہمیں وہ راستہ دکھا دے جو تیری رضا کی طرف جاتا ہے اور ہمارے لیڈروں کو اتنی توفیق دے کہ وہ سیاسی ناانصافیوں، سفارشوں اور رشوتوں کو ٹھکرا سکیں۔

یہ کہتے ہیں کہ اسرائیل ہمارا دوست اور حمایتی ہے۔ مشرق وسطی کی واحد جمہوریت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں زہر کا یہ جام بھی پلایا گیا ہے کہ تہذیبی اور تاریخی اعتبار سے ہم مسیحی اور وہ یہودی بہت قریب ہیں۔ یہ وہ زہر ہے جس نے ہمیں اتنا اندھا کر دیا ہے کہ ہم یہود کے برپا کئے ہوئے مظالم دیکھ ہی نہیں سکتے۔

میں جارج بش سینئر اور جارج بش جونیئر اور ان کی حکومتوں سے پوچھتا ہوں۔ کیا کوئی سچی جمہوریت ایسی ہو سکتی

ہے جولوگوں پر محض اس لیے مظالم روا رکھے کہ ان کا تعلق ایک اور مذہب سے ہے یعنی اسلام سے؟

میں ان سے یہ بھی پوچھتا ہوں کیا کوئی دوست اتحادی ایسا بھی ہوسکتا ہے جو ہمارے ملک میں اپنے جاسوس چھوڑے اور اس کے بعد انہیں انعامات، خطابات اور مال و زر سے نوازے۔ کیا اسرائیل کے ان گنت جاسوس آج بھی ہمارے ملک میں برسر کار نہیں ہیں؟

صاحبو! یہ تھی منسٹر ریورینڈ ''جورائٹ'' کی مختصر تقریر۔ اس دعائیہ تقریر کے دوران اکثر یہودی کانگرس مین اور سینیٹرز واک آؤٹ کر گئے۔ چند دنوں میں منسٹر پادری صاحب کے دفتر کو پانچ ہزار فون کالیں موصول ہوئیں۔ ان پانچ ہزار کالوں میں جو ان کے دفتر کے ریکارڈ پر موجود ہیں (۴۹۵۳) چار ہزار نو سو ترپن کالیں گرم جوش حمایت پر مشتمل تھیں اور صرف ۴۷ کالیں ایسی تھیں جن میں جناب رائٹ سے اختلاف کیا گیا۔ اس دعائیہ تقریر کی کاپیاں حاصل کرنے کے لیے دنیا کے ہر ملک سے درخواستیں موصول ہو رہی ہیں۔

اب چلتے چلتے جناب جورائٹ کی تقریر کا آخری جملہ بھی سن لیجئے۔

''اے ہمارے آقا! ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں، التجا کرتے ہیں کہ میرے دل سے نکلی ہوئی یہ آہ، یہ پکار ہماری قوم کے ہر فرد تک پہنچے۔ ہماری آنکھیں کھلیں اور ہم ایک بار پھر کہہ سکیں کہ امریکہ ہے ایک قوم خدا کے تحت۔''

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

☆ دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان ☆ 27 مارچ 2003ء بروز جمعرات، بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی **سید عطاء المہیمن بخاری** دامت برکاتہم (امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

نوٹ: رات قیام کرنے والے حضرات بستر ہمراہ لائیں۔

الداعی: سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان فون: 061-511961

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس، تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

مہر منیر حسین ہرل

۷۸۶ اور ۶۶ کی حقیقت

برصغیر میں ہندوؤں کے ساتھ سینکڑوں سال اکٹھے رہتے ہوئے ہم نے دانستہ یا نادانستہ طور پر ان کی بہت سی رسوم اور رواج اپنی ثقافت میں ضم کر لیے ہیں اور ان کی پیروی میں ایسے ایسے لایعنی افعال انجام دیتے ہیں۔ جن کا اسلام یا اس کی تعلیمات سے کہیں دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ اسی سلسلے کا ایک فعل کسی نام وغیرہ کے حروف کے اعداد لے کر ان کا مجموعہ نکالنا اور اسے اصل نام کی جگہ استعمال کرنا ہے۔ چنانچہ لفظ اللہ کو ۶۶، محمد ﷺ کو ۹۲ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ۷۸۶ کا لبادہ پہنا دیا گیا ہے خصوصاً بسم اللہ کے ضمن میں تو یہ حرکت اس قدر عام ہے کہ تحریروں، دستاویزات، دفاتر، مکانات، عمارات اور خطوط وغیرہ کی پیشانیاں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بجائے ۷۸۶ کے ہندسے سے مزین ہیں۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ کاغذ یا دستاویز زمین پر گر جاتی ہے تو ان پاکیزہ حروف کی بے ادبی ہوتی ہے۔ گزارش یہ ہے اگر یہ ہندسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا متبادل ہوتے تو قرآن و حدیث میں کہیں تو اس کا ذکر ضرور ہوتا یا قرآن مجید کی سورتوں کے آغاز پر ہی ۷۸۶ لکھا ہوا ہوتا۔ اسلام کی واضح تعلیم یہ ہے کہ جو کام اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع نہ ہو اس میں برکت نہیں ہوتی چنانچہ ہر کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شروع کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ کھانا کھانے سے پہلے، کپڑے بدلتے ہوئے، نماز پڑھتے ہوئے غرض ہر کام کے آغاز سے قبل ۷۸۶ پڑھ لو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام ملکہ بلقیس کو خط لکھیں یا سیدی مکی و مدنی ﷺ مختلف سلاطین کے نام خطوط تحریر فرمائیں، آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا ہے، ۷۸۶ کے ہندسے کسی نے استعمال نہیں کیے۔ ہمارے منہ میں خاک نعوذ باللہ کیا وہ ان اعداد کی افادیت سے ناواقف تھے؟ ہرگز نہیں ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ آپ سرکار دو جہاں ﷺ دونوں جہاں کے کلی علوم سے بہرہ مند تھے۔ تو پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہماری اس حرکت کا جواز کیا ہے؟ صحیح بخاری کی حدیث ہے: **من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد** ''جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نیا کام جاری کیا جس پر ہمارا معمول نہیں تو وہ کام مردود ہے''۔

غور کیجئے کہ ہم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام کس قدر بگڑے انداز میں لینا شروع کر رکھا ہے۔ فرض کریں کسی کے نام کے اعداد کا مجموعہ ۴۲۰ ہو اور کوئی اسے نام کے بجائے مسٹر ۴۲۰ کہہ کر پکارے تو اس کا ردعمل کیا ہوگا؟ وہ یقینی طور پر پکارنے والے کا سر پھوڑ دے گا۔ آخر اس میں برائی کیا تھی جو یہ صاحب آپے سے باہر ہو گئے۔ عجیب مذاق ہے کہ ہم اپنے نام کے بجائے یہ اعداد استعمال کرنا پسند نہیں کرتے مگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بجائے ۷۸۶ کا استعمال ہمیں بہت پسند ہے حالانکہ دلچسپ بات یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد بالفرض ہم نکالنا بھی چاہیں (استعمال کے لیے نہ سہی، معلومات کے طور پر ہی سہی) تو ۷۸۶ بنتے ہی نہیں ہیں۔

قمری حروف کے ساتھ ال لگا کر پڑھتے بھی ہیں مثلاً القمر جبکہ شمسی حروف کے ساتھ لکھتے ہوئے ال لگاتے ہیں مگر

پڑھتے نہیں مثلاً الشمس۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں دو جگہ ال کے حروف لکھے جاتے ہیں مگر پڑھنے میں نہیں آتے۔ پہلے لکھے جانے کی ترتیب سے اعداد کا مجموعہ دیکھتے ہیں۔

بسم اللہ میں ب=۲، س=۶۰، م=۴۰، ا=۱، ل=۳۰، ل=۳۰، ہ=۵ (مجموعہ ۱۹۸)

الرحمٰن میں ا=۱، ل=۳۰، ر=۲۰۰، ح=۸، م=۴۰، ن=۵۰ (مجموعہ ۳۲۹)

الرحیم میں ا=۱، ل=۳۰، ر=۲۰۰، ح=۸، ی=۱۰، م=۴۰ (مجموعہ ۲۸۹)

گویا ۱۹۸+۳۲۹+۲۸۹ کا مجموعہ ۸۱۶ ہے جو کہ ۷۸۶ سے ۳۰ زیادہ ہے۔ اب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف کے اعداد پڑھنے کے انداز سے ال کو ساکت کر کے لیتے ہیں۔ اس طرح سے رحمٰن اور رحیم کی ایک ایک ر بھی نہیں لکھی جائیگی۔

بسم اللہ میں ب=۲، س=۶۰، م=۴۰، ا=۱، ل=۳۰، ل=۳۰، ہ=۵ (۱۹۸)

رحمٰن میں ر=۲۰۰، ح=۸، م=۴۰، ن=۵۰ (۲۹۸) رحیم میں ر=۲۰۰، ح=۸، ی=۱۰، م=۴۰ (۲۵۸)

اس طرح ۱۹۸+۲۹۸+۲۵۸ کا مجموعہ لیں تو ۷۵۴ بنتا ہے جو کہ ۷۸۶ سے ۳۲ کم ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ۷۸۶ کیا ہے؟ یوں تو یہ کئی ناموں کے اعداد کا مجموعہ ہو سکتا ہے مگر غالب امکان یہ ہے کہ ۷۸۶ دراصل ہندوؤں کے بھگوان ہری کرشنا کے نام کے ہندسوں کا مجموعہ ہے۔ کیونکہ اس کے اعداد یہی نکلتے ہیں۔ آیئے اسے اعداد کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ ہری کا ہ=۵، ر=۲۰۰، ی=۱۰ (۲۱۵) کرشنا میں ک=۲۰، ر=۲۰۰، ش=۳۰۰، ن=۵۰، ا=۱ (۵۷۱)

اسی طرح ۲۱۵ اور ۵۷۱ کا مجموعہ ۷۸۶ بنتا ہے۔ قیاس یہ ہے کہ ہم ہندوؤں کے ساتھ سینکڑوں سال تک اکٹھے رہے۔ وہ ۷۸۶ استعمال کرتے ہوں گے اور اس کی تشریح مسلمانوں کے سامنے غلط انداز میں کی گئی اور ہم نے سچ سمجھ کر مان لیا اور ۷۸۶ استعمال کرنے لگے۔

اسی طرح لفظ اللہ کا معاملہ ہے۔ اللہ کو اس کے اصل نام سے پکارنا افضل ترین عمل ہے اور کچھ لوگ اس کے اعداد نکالتے اور استعمال کرتے ہیں حالانکہ اس کا مجموعہ بھی نکالنا چاہیں تو یہ نہیں بنتا۔ اللہ میں ا=۱، ل=۳۰، ل=۳۰، ہ=۵۔ یوں اس کا مجموعہ ۹۶ بنتا ہے۔

کئی اعداد نکالنے والے غلط فہمی کا شکار ہو کر یا کم علمی کی بنیاد پر ایک لام چھوڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ میں ایک لام الف کے بعد ہے اور دوسرے لام پر شد ہے۔ اس طرح یہ دوسرا لام دو دفعہ شمار ہوتا ہے۔ اور یوں اللہ کے اعداد ۹۶ بنتے ہیں۔

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ناموں کو اعداد کا لبادہ اڑھا کر اصل کی طرح استعمال کرنا انتہائی نازیبا اور اللہ کی ناراضی کو دعوت دینے کے مترادف فعل ہے اور اگر علم کی حد تک اعداد معلوم بھی کریں تو وہ اعداد جو لوگ استعمال کر رہے ہیں، قطعی غلط ہیں۔ اس لیے اعداد کے استعمال سے مکمل طور پر اجتناب برتا جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ آمین ثم آمین

غلام محمد خان نیازی

میری شاکرہ ماں

ماں کی مامتا اور اولاد سے باہمی پیار ایک مسلمہ ضرب المثل ہے یہ ایک فطری جذبہ ہے جس سے محبت اور ادب کے دائمی لاور شریں چشمے پھوٹتے ہیں کیونکہ ماں صرف ماں ہوتی ہے۔ جس کے پیار و محبت میں شبنم سے زیادہ ٹھنڈک اور مرجھائے دلوں کو گرمانے والی خوشگوار حرارت ہوتی ہے۔ اس کی خوشبو اور کشش ہمیشہ جاذب قلب و نظر رہتی ہے۔ اس کی دلفریبی اور دلکشی سے مقناطیسی تاثیر سے کوئی نازک سے نازک اور سخت سے سخت دل بے نیاز ہو کر نہیں رہ سکتا۔

ایسا ہی قلبی لگاؤ مجھے اپنی پیاری، نیک، صابرہ و شاکرہ اور صالح ماں کی آغوش سے نصیب ہوا۔ اگر چہ مرے دیگر بہن بھائی بھی محبت اور اطاعت گذاری میں مجھ سے کم نہیں رہے۔ لیکن ان کی ذات سے میری وابستگی منفرد رہی ہے۔ جب وہ میرے گھر تشریف لے آتیں تو میں اسے خوش بختی کی علامت سمجھتا۔ لیکن جب وہ دوسرے بھائیوں کے ہاں چلی جاتی تو ان سے رابطہ کر کے دعائیں حاصل کرنا فرض اوّلیں سمجھتا۔ جب وہ مجھے دیکھتیں تو ان کا دل باغ باغ ہو جاتا۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کے قدموں میں بیٹھ کر باہمی گفتگو سے جو لطف و سرور مجھے نصیب ہوتا اس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ اس کے برعکس جب کبھی مصروفیت کی بناء پر معمول کے مطابق حاضری کا موقع نہ ملتا اور ملاقات یا رابطہ میں تاخیر ہو جاتی تو ان کی محبت اور بے قراری کا احساس مجھے ان کے اس پیغام میں محسوس ہوتا کہ ''غلام محمد تو نے مجھے کئی روز سے منہ نہیں دکھایا۔''

میری والدہ محترمہ اہلیہ صوفی عبدالرحیم خان نیازی سابق صدر مجلس احرار اسلام یکم جنوری ۲۰۰۳ء بروز بدھ عصر و مغرب کے درمیان ماہ شوال میں ہم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئیں۔

ماں سے میری آخری ملاقات کینیڈا جانے سے پہلے ہوئی۔ جب میں ان سے اجازت لینے کے لیے حاضر ہوا تو ہم پر جذباتی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ مجھے میرا ماتھا اور ہاتھ چوم رہی تھیں اور میں بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔ ایسی صورت حال زندگی میں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ شاید کاتب تقدیر یہ محسوس کر رہا تھا کہ راقم کی عدم موجودگی میں رحمتوں اور دعاؤں کا یہ محبت بھرا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو جائے گا۔

شب ماہ مختصر تھی مجھے ہائے کیا خبر تھی
کہ طلوع پھر نہ ہوگا میرا آفتاب ڈھل کر

دنیا میں کوئی چیز ماں کا نعم البدل نہیں ہو سکتی۔ قدرت کا یہ حسین تحفہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کو نصیب ہوا ہے۔ رحمتوں کا شجرِ سایہ دار ہے ناگہانی بلاؤں سے بچنے کی چھتری اور غیبی آفتوں کے بچانے کے لیے ڈھال ہے۔ ماں کی ہمہ وقت کی دعائیں، مولا کریم کی کرم گستری کی بارش برسانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ جب کبھی ہم میں سے کوئی بھائی کسی الجھن یا پریشانی میں مبتلا

ہوتا۔ وہ اللہ کے حضور دعاؤں میں مصروف ہو جاتیں اور ہمارا درد دور ہو جاتا۔

آپ کے والد محمد زمان خان باہی نیازی موسیٰ خیل ضلع میانوالی کے نہایت دین دار فرد تھے۔ دینی جذبہ لے کر جب سسرال آئیں تو والد صاحب کی رفاقت سے ان میں مزید پختگی اور پائیداری آ گئی۔ چونکہ ہمارا کاشتکارانہ گھرانہ تھا اس لیے ہر قسم کی سختی، درشتی اور مشقت کو نہایت حوصلہ اور صبر سے برداشت کیا۔ والد صاحب مذہبی، معاشرتی اور سیاسی کاموں میں مصروف رہتے۔ آپ نے ہمت حوصلہ سے امورِ خانہ داری کو نبھایا۔ گھر میں دوسرے جانوروں ساتھ ایک دو گائے بھینس لازماً ہوتی تھیں۔ مہمانوں کی آمد و رفت بھی خدا کے فضل سے ہر وقت جاری رہتی تھی اس کے باوجود آپ نے گھرانے کے ہر مسئلہ کو ممکن طور پر احسن طریق سے نبھایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے خاوند کے ہمراہ کئی حج اور عمرہ کی سعادتوں سے نوازا۔ ڈاکٹر محمد گلشیر خان کی ملازمت کے دوران آپ کو اپنے خاوند کے ہمراہ کئی ماہ مدینہ منورہ میں قیام کا موقع نصیب ہوا۔

والد مرحوم کی زندگی ہمیشہ علماء کرام اور سیاسی راہنماؤں سے وابستہ رہی۔ گاؤں موسیٰ خیل یا فیصل آباد جہاں بھی رہائش رہی بڑے بڑے رہنماؤں کی خدمت کا اعزاز والدہ کو نصیب ہوا جس میں خاص طور پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا گل شیرؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، قاضی احسان احمدؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، سید ابوذر بخاریؒ، سید عطاء المحسن بخاریؒ اور مولانا عبدالستار خان نیازیؒ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت امیر شریعتؒ کے گھرانے سے وہ دلی عقیدت رکھتی تھیں۔ اس طرح حضرت شاہ صاحبؒ مرحوم بھی عبدالرحیم خان کی اولاد کو اپنی اولاد کی طرح پیار کرتے تھے۔ چناب نگر احرار کانفرنس میں ہماری شرکت پر اظہار خوشنودی فرماتی تھیں۔ پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ صاحب کو اپنا بیٹا تصور کرتیں اور آخری وقت تک ان کی کامیابی، صحت اور عمر درازی کے لیے دعائیں کرتی رہیں۔

پارسائی اور نیکی کا یہ عالم تھا کہ اس ماہ رمضان میں بیماری اور پیرانہ سالی کی وجہ سے صرف پانچ روزے خطا ہوئے تو فوری طور پر ان کا پورا شرعی معاوضہ مساکین میں تقسیم کروایا۔ کینیڈا سے ماں جی ان کے ساتھ میری آخری بات فون پر ۳۱ر دسمبر ۲۰۰۲ء کو ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ ان کی داڑھ میں درد ہے۔ دوسرے روز اچانک طبیعت خراب ہوگئی۔ بھائی غلام رسول خان نے ڈاکٹر گل شیر سے رابطہ کیا جب ڈاکٹر صاحب آئے تو والدہ کو دیکھتے ہی نیشنل ہسپتال لے گئے۔ ڈاکٹروں نے ہر قسم کی ادویات استعمال کیں۔ لیکن جب وقت پورا ہو جائے تو کوئی دوا اثر نہیں کرتی۔ آخری وقت بیٹوں کی طرف دیکھا اور خالق حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے سفرِ آخرت میں ہزاروں مقامی افراد کے علاوہ گاؤں موسیٰ خیل، سرگودھا، جوہر آباد، اسلام آباد اور لاہور سے لوگ شریک ہوئے۔ جنازہ ادا کرنے سے پہلے حضرت مولانا مجاہد الحسینی صاحب نے اس گھرانے کی دینی خدمات کا مختصر سا تعارف کروایا۔ آپ کا جنازہ پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ صاحب امیر مجلس احرار اسلام پاکستان نے پڑھایا۔ حافظ کفایت اللہ رات گئے تک اپنی دادی کی قبر پر قرآن خوانی کرتے رہے اور اُسی رات انہوں نے اپنی دادی کو خواب میں زیارت کی۔

آج میری نگاہیں ماں کو تلاش کرتی ہیں۔ دنیا دولت کی تلاش میں سرگرداں ہے مگر سب سے بڑی دولت تو ماں کا وجود

ہے جسے ماں کا سایہ عاطفت میسر ہو، وہ سب سے بڑا خوش نصیب اور امیر ہے۔ آج لوگ روشنی ڈھونڈ رہے ہیں لیکن اس خالق کائنات نے ماں کی مامتا کو مظہر رحمت بنا کر خاکدان تیرۂ تاریک میں روشنی عطا کی ہے۔ آج کا انسان غم غلط کرنے کے لیے وسیلے اختیار کرتا ہے۔ جام و پیمانہ میں گم ہوجاتا ہے اور ارباب اقتدار کی پناہ میں آنا چاہتا ہے لیکن ماں کے آنچل سے بڑھ کر کوئی مضبوط پناہ گاہ نہیں۔

ماں کا وجد رحمتِ پروردگار ہے
اولاد پر جو واری ،صدقے ،نثار ہے

قافلۂ آخرت

گزشتہ ماہ ہمارے درج ذیل دیرینہ کرم فرما وفات پاگئے۔

- اہلیہ مرحومہ ڈاکٹر منظور احمد صاحب، عزیز فہم۔ میلسی
- دختر مرحومہ شاہد رفیع صاحب۔ ملتان
- حافظ محمد انور مرحوم، چک نمبر ۲۶۵ بورے والا، ضلع وہاڑی
- بھاوج مرحومہ حاجی شاہ محمد چودھوان۔ ڈیرہ اسماعیل خان
- حافظ عصمت اللہ مرحوم (امام جامع مسجد مدنی چک نمبر ۲۶ جیڈی، ساہیوال، بعمر ۷۳ سال) قاری محمد اقبال صاحب کے والد گرامی تھے۔
- شیخ محمد عظیم لدھیانوی مرحوم بن عبدالعلیم لدھیانوی مرحوم، ملتان۔ شیخ محمد حسن لدھیانوی اور شیخ حسین اختر لدھیانوی کے پھوپھی زاد تھے۔
- پروفیسر محمد اقبال میرانی مرحوم۔ ڈیرہ غازی خان

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین! (ادارہ)

دعائے صحت

- مجلس احرار اسلام ملتان کے مخلص کارکن اور نقیب ختم نبوت کے معاون جناب ابومیسون اللہ بخش احرار کی والدہ ماجدہ شدید علیل ہیں۔
- ہمارے کرم فرما اور مہربان محترم حافظ صفوان محمد (ہری پور) طویل عرصہ سے علیل ہیں۔
- ابومعاویہ محمد بشیر چغتائی کے خالہ زاد بھائی محمد اسلم راجپوت دل کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔
- ہمارے کرم فرما محترم پروفیسر محمد ایوب خان (ملتان) ٹریفک حادثے میں شدید زخمی ہوگئے ہیں۔

احباب و قارئین سے دعائے صحت کی درخوست ہے۔ (ادارہ)

امریکہ کے مہذب چہرے کے پیچھے خونخواری کی طویل داستان ہے

برصغیر کی تاریخ پر احرار کی طویل جدوجہد پر مبنی مہر ثبت ہے

مسلمانوں کو آسمانی تعلیمات کی روشنی میں اپنی ترجیحات طے کرنی چاہئیں

عراق پر حملہ ہوا تو عالم عرب میں بھی طوفان اٹھے گا جو بالآخر امریکہ کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا

اقوام متحدہ اور عالم اسلام کے مفادات بالکل الگ الگ بلکہ متصادم ہیں

دفتر احرار لاہور میں ’’امریکی جارحیت اور عالم اسلام‘‘ کی عنوان سے منعقدہ سیمینار سے جنرل حمید گل سید عطاء المہیمن بخاری، حافظ حسین احمد، حافظ محمد ادریس، مولانا زاہد الراشدی اور دیگر کا خطاب

لاہور (۴رفروری) ریٹائرڈ جنرل حمید گل نے کہا ہے کہ امریکہ کے مہذب چہرے کے پیچھے خونخواری کی طویل داستان ہے۔ معرکے ٹیکنالوجی سے نہیں جرأت وکردار سے جیتے جاتے ہیں۔ وہ مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام دفتر احرار نیو مسلم ٹاؤن میں ’’امریکی جارحیت اور عالم اسلام‘‘ کے موضوع پر منعقدہ سیمینار سے خطاب کر رہے تھے۔ سیمینار کی صدارت قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے کی۔ جبکہ متحدہ مجلس عمل کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل حافظ حسین احمد، جماعت اسلامی پنجاب کے امیر حافظ محمد ادریس، پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاھد الراشدی، مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد یوسف احرار، مولانا عبدالنعیم نعمانی، جمیت علماء اسلام کے رہنما مولانا امجد خان، پاسبان ختم نبوت کے میاں جہانگیر شجاع، خاکسار تحرک کے قائد حمید الدین المشرقی نے بھی خطاب کیا۔ جنرل حمید گل نے کہا کہ قوم اس موڑ پر فیصلہ کرے کہ اسے حق کا ساتھ دینا ہے یا باطل کا؟ انہوں نے کہا کہ تمام ادارے ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں اور آخری ادارے کی حالت بھی انتہائی تشویش ناک ہے۔ انہوں نے کہا کہ عراق پر حملہ ہوا تو عالم عرب میں بھی طوفان اٹھے گا جو بالآخر امریکہ کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ انہوں نے کہا میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ امریکہ افغانستان پر حملہ کرکے بہت بڑی غلطی کر چکا ہے جس کے منطقی نتائج سامنے آنے میں اب زیادہ دیر نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ برصغیر کی تاریخ پر احرار کی طویل جدوجہد پر مبنی مہر ثبت ہے مجلس احرار کو عالمی استبداد کے خلاف جدوجہد کے لیے اپنے ماضی کو دہرانا چاہیے۔ حافظ حسین احمد نے کہا کہ اگر پنجاب والے بھی ہمت کر لیتے تو حالت بدل چکی ہوتی اور جنرل مشرف وردی اتارنے پر مجبور ہو جاتے انہوں نے کہا کہ مرکز والے تو خود اختیارات سے خالی ہیں وہ بے چارے صوبوں کو کیا اختیارات دیں گے۔ متحدہ مجلس عمل کا اتحاد مثبت سوچ کا آئینہ دار ہے۔ ہم اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے لیے پارلیمنٹ کے اندر اور باہر کام کریں گے اور کسی رکاوٹ کو اپنی مجبوری نہیں بننے دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ جمالی کو تفویض اختیارات کے لئے جدوجہد اس لیے بھی کام کر رہے ہیں کہ وہ اپنے اختیارات سنبھال کر ان کو استعمال کرنے کے قابل ہو سکیں۔ اب تک جو کچھ ہوا ہے وہ صرف شراکت اقتدار ہے انتقال اقتدار نہیں۔ قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ امریکہ کی جنگ صرف اور صرف مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ہے۔ غلبۂ

اسلام ہو کر رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو آسمانی تعلیمات کی روشنی میں اپنی ترجیحات طے کرنی چاہئیں۔ حافظ محمد ادریس نے کہا کہ امریکہ اسرائیل اور بھارت دنیا کا امن تباہ کر رہے ہیں۔ مولانا زاہد الراشدی نے کہا کہ اقوام متحدہ اور عالم اسلام کے مفادات بالکل الگ الگ بلکہ متصادم ہیں۔

آزادیٔ رائے کے نام پر قادیانی گروہ کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ اپنے کفر کو اسلام کا نام دے

مولانا قاضی حمید اللہ خان (ایم این اے)

چیچہ وطنی (۸؍فروری) جمعیت علمائے اسلام کے رہنما اور گوجرانوالہ سے متحدہ مجلس عمل کے رکن قومی اسمبلی مولانا قاضی حمید اللہ خان نے کہا ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت عین فطرت ہے۔ انکارِ ختم نبوت پر مبنی تمام گروہ ضلالت و گمراہی کا شکار ہیں۔ آزادیٔ رائے کے نام پر قادیانی گروہ کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ اپنے کفر کو اسلام کا نام دے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں قانون سازی متحدہ مجلس عمل کی اوّلین ترجیح ہے۔ وہ دورۂ چیچہ وطنی کے موقع پر مجلس احرار اسلام کے دفتر میں علماء کرام، شہریوں اور احرار کارکنوں کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ اس موقع پر احرار رہنما عبداللطیف خالد چیمہ اور جمعیت علماء اسلام کے ضلعی امیر مفتی محمد عثمان غنی بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ عراق پر حملہ ہوا تو عالم اسلام میں جو بحران پیدا ہوگا' اس سے امریکہ نواز حکمران بھی اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیت کے دجل و فریب سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے متحدہ مجلس عمل تحریک تحفظِ ختم نبوت کی مؤید و معاون کا کردار ادا کرے گی۔

امریکہ دنیا پر اقوام متحدہ کی نگرانی میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے

دینی و قومی حمیت کا سودا کرنے والے حکمران عوامی تائید و حمایت سے محروم ہیں

سیکورٹی کونسل کے سیکرٹری، وزیر اعظم کے پرنسپل سیکرٹری اور بلوچستان کے چیف سیکرٹری قادیانی ہیں انہیں برطرف کیا جائے

بورے والا میں ''امریکی جارحیت اور عالم اسلام'' سیمینار سے پروفیسر خالد شبیر احمد، مولانا زاہد الراشدی عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، عبدالنعیم نعمانی اور دیگر کا خطاب

بورے والا (۲۰؍فروری) مجلس احرار اسلام بورے والا کے زیر اہتمام ''امریکی جارحیت اور عالم اسلام'' کے موضوع پر منعقدہ سیمینار کے مقررین نے کہا ہے کہ عالم اسلام اور اقوام متحدہ کے مفادات الگ الگ اور متصادم ہیں۔ امریکہ پوری دنیا کو غلام بنا کر اپنی مرضی کے حکمران مسلط کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ کی حالیہ مسلم کش پالیسی بالآخر اپنے منطقی انجام تک پہنچے گی۔ بورے والا پریس کلب میں جامعہ حنفیہ کے مدیر قاری محمد طیب حنفی کی زیرِ صدارت منعقد ہونے والے سیمینار سے پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ دنیا پر اقوام متحدہ کی نگرانی میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔ اسرائیل کی پشت پناہی کے ذریعے عرب ریاستوں کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے۔ اسلامی ممالک کے دارالحکومتوں میں کفر کے نمائندے بیٹھے ہیں جو امریکی ایجنڈے کی تکمیل کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ امریکی عزائم میں یہ بات شامل ہے کہ عراق پر حملہ

کی آڑ میں عرب ریاستوں کے تمام معدنی وسائل پر قبضہ کرلیا جائے۔انہوں نے کہا کہ حکمرانوں کی بے حمیتی بلکہ بے غیرتی کی انتہا یہ ہے کہ افغانستان کے خلاف کندھا دینے کے بعد عراقی حملہ پر بھی قرضوں کی معافی کی بات کرتے ہیں۔اور ہمارے سیاسی محاذ کا یہ حال ہے کہ ہم وزارتوں میں الجھے رہے۔عالم اسلام وقتی مصلحتوں کے تحت عراق پر ممکنہ امریکی حملے پر غور ہی نہیں کر رہا جبکہ یورپ نے اپنے مفاد میں ہی سہی لیکن عراق پر امریکی حملے کی مخالفت کی ہے اور یورپ کا میڈیا بھی حقائق کو بے نقاب کرنے یں ہم سے بہت آگے ہے۔ہم اگر میڈیا کے محاذ پر عالم اسلام کو بیدار کرنے میں کامیاب ہوجائیں اور عوام کو سڑکوں پر لے آئیں تو حکمران اپنی پالیسی تبدیل کرنے پر مجبور ہوجائیں گے۔مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا کہ ہم صلاح الدین ایوبیؒ کے نام لیوا ہیں۔ہم برطانوی و امریکی سامراج کے خلاف آواز لگانے سے باز نہیں آسکتے۔یہ ملک اکابر احرار اور علماء حق کی بے پناہ قربانیوں سے آزاد ہوا لیکن آج اس ملک کا نظام ان لوگوں سے ہاتھ میں ہے جو امریکہ و برطانیہ کے عملاً غلام ہیں۔انہوں نے کہا کہ دینی وقومی حمیت کا سودا کرنے والے حکمران عوامی تائید وحمایت سے محروم ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہمارا موقف یہ ہے کہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی میں لایا جائے۔اس میں انسان کی دنیوی و اُخروی زندگی کی فلاح مضمر ہے۔مغربی جمہوریت اسلام کی نفی ہے۔سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ امریکہ مسلمانوں کے معدنی و معاشی وسائل پر قبضہ کر کے اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو سہارا دینا چاہتا ہے۔مسلمانوں کو موجودہ صورتحال سے ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ہم ان شاء اللہ کفر کا راستہ روکیں گے۔خیر وشر کی جنگ جاری ہے اور جاری رہے گی۔انہوں نے کہا کہ طالبان نے اقتدار کو دین پر قربان کردیا لیکن دین نہیں چھوڑا،جس کی وجہ سے آج بھی ہمارے دل طالبان کے ساتھ ہیں۔غلطیاں ہمارے حکمرانوں نے کیں،سزا عوام کو مل رہی ہے۔طالبان نے کفر کے خلاف ایک روشن لکیر کھینچی ہے،ہمیں اس پر چلتے ہوئے کفر کا مقابلہ کرنا ہوگا۔عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ رائے عامہ کے محاذ پر پوری دنیا اپنا فیصلہ امریکہ کے جنونی جنگی عزائم کے خلاف دے چکی ہے۔انہوں نے الزام لگایا کہ صدر اور وزیراعظم نے اپنے اردگرد قادیانی ٹولے کو اکٹھا کرلیا ہے۔جو تمام دینی حلقوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔انہوں نے کہا کہ کلیدی اور حساس سرکاری عہدوں پر قادیانیوں کی تعیناتی کسی بڑے المیے کا پیش خیمہ معلوم ہوتی ہے۔تحریک تحفظ ختم نبوت حکومت کی قادیانیت نوازی کو ننگا کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔مولانا عبدالنعیم نعمانی نے کہا کہ امریکی جارحیت صرف اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہے۔صدام حسین کے بجائے بش کو نہتا کرنا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔جماعت اسلامی کے ضلعی نائب امیر چودھری مسعود احمد نے کہا کہ موجودہ مالیاتی نظام یہودیت کے تسلط کا بنیادی ذریعہ ہے۔ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف یہودی عزائم کے لیے کام کررہے ہیں۔چودھری سیف اللہ ایڈووکیٹ نے کہا کہ امریکہ کو دنیا کے مسائل کے حل سے کوئی دلچسپی نہیں۔وہ جبر واستبداد اور فرعونی ہتھکنڈوں کے ذریعے اپنی غنڈہ گردی کو جاری رکھنا چاہتا ہے۔سیمینار میں ایک قرارداد کے ذریعے ملک کی خارجہ پالیسی پر عدم اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ایک دوسری قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ سیکورٹی کونسل کی سیکرٹری شپ، وزیراعظم کے پرنسپل سیکرٹری اور بلوچستان کے چیف سیکرٹری سمیت تمام اہم عہدوں سے قادیانیوں کو الگ کیا جائے۔سیمینار مولانا عبدالرؤف نعمانی کی دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان

کا
اکیسواں
سہ روزہ
سالانہ

اجتماع

۱۷ ۱۸ ۱۹ مُحَرَّمؔ ۱۴۲۴ھ

۲۱
۲۲
۲۳
مارچ ۲۰۰۳ء
جمعہ
ہفتہ
اتوار

جامعہ اشرفیہ
فیروزپور روڈ
لاہور
میں منعقد ہوگا

جس میں
حکیم الامت مجدد ملت
حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ
کے
سلسلہ کے مجازین خلفاء کرام ،مشائخ عظام اور دیگر علماء کرام شرکت فرمائیں گے

تمام مسلمانوں سے شرکت کی استدعا ہے

نوٹ: ان شاء اللہ تعالیٰ ۲۲ مارچ بروز ہفتہ بعد نماز عشاء جامعہ اشرفیہ کے فضلاء کی دستار بندی ہوگی

شرکت کے لیے باہر سے آنے والے حضرات کا قیام جامعہ میں ہوگا۔

موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں

سہ روزہ اجتماع کے دوران روزانہ بعد نماز عصر حضرت حکیم الامت تھانویؒ
کے سلسلہ کے خلفاء کرام کی اصلاحی مجالس کا خصوصی اہتمام ہوگا

مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان (رجسٹرڈ) جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور
فون: ۵۸۶۷۲۷۸
۷۵۸۱۵۰۴
۸۵۰۵۸۲

کھانسی، نزلہ، زکام

کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

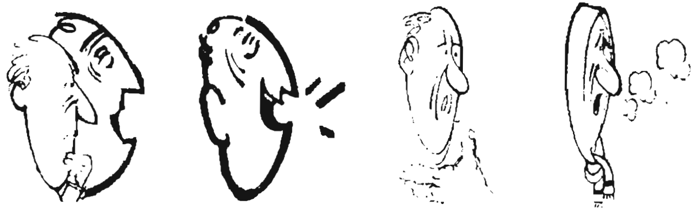

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صُدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

سعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ

www.hamdard.com.pk

الکتاب گرافکس ٭ کمپیوٹر ٭ پبلشنگ سسٹم عاتکہ پرنٹرز

اَلْحَمْدُ لِلّٰه ہمیں طباعتی کام کا ادراک حاصل ہے اور معیار و دیانت داری کے اصول کو بنیاد بنا کر جدید ترین رنگین و سادہ چھپائی کیلئے ہماری خدمات حاضر ہیں۔

کتب | رسائل | میگزین | ماھنامے

عربی انگریزی اردو زبان میں جدید ترین کمپیوٹر سسٹم پر ڈیزائن اور طبع ہونے کا قابلِ اعتماد اہتمام موجود ہے۔

نیز برانڈڈ، ان برانڈڈ کمپیوٹر، مانیٹر، سیل اینڈ سروس اور انسٹالیشن کا کام تسلی بخش کیا جاتا ہے۔

الکتاب گرافکس ٭ کمپیوٹر ٭ پبلشنگ سسٹم عاتکہ پرنٹرز

پل شوالہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
Ph:061-584604

E-mail:maisoon@paknet.com

اعلیٰ پرنٹنگ و ڈیزائننگ کا بہترین مرکز

بہاء الحق پرنٹرز

4 کلر، جدید ترین پرنٹنگ اور کمپیوٹر آرٹ ڈیزائننگ کے لئے با اعتماد ادارہ

بہاء الحق پرنٹرز

پل شوالہ ملتان
فون: 0303-6669953

Al-Kitab Graphics Pul Shiwala o/s Bohar Gate Multan.Ph:061-584604